43

إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۔ عَسٰى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا

تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل ۵۱

اللّٰہ اکبر

الفضل

قادیان

ایڈیٹر: غلام نبی

ہفتہ میں تین بار

فی پرچہ ۱/

The ALFAZL QADIAN.

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۱۳

جلد ۲۲	مطابق ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۳۵ء	یوم یکشنبہ	مورخہ ۱۴ شوال سنہ ۱۳۵۳ھ	نمبر ۸۷

جماعت احمدیہ کو سیاسی انجمنیں بنانے کی اجازت کے متعلق

اعلان

۱۹ جنوری ۱۹۳۵ء بروز جمعہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے خطبہ میں فرمایا۔ میں اس وقت تک اپنی جماعت کو قانون کی حدود سے بھی زیادہ سیاسیات سے علیحدہ رکھنے کی کوشش کرتا رہا ہوں جس کی وجہ یہ ہے کہ مذہبی جماعت ہونے کے لحاظ سے ہماری انجمنیں خالص مذہبی کاموں کے لئے بنائی گئی تھیں۔ جن میں سے بعض کے

مدینۃ المسیح

سیدنا امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ۱۶ جنوری بعد نماز ظہر بذریعہ موٹر لاہور تشریف لے گئے۔ اور ۱۸ جنوری کی سہ پہر واپس تشریف لائے۔ حضور کو نزلہ و زکام اور سر درد کی تکلیف ہے۔ احباب دعائے صحت کریں۔

مرزا رشید احمد صاحب ابن حضرت مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم و مغفور کے ہاں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔ کی صاحبزادی سے ۱۵-۱۶ جنوری کی درمیانی شب لڑکا تولد ہوا۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ اس خوشی میں صدر انجمن کے دفاتر اور مقامی سکولوں میں تعطیل کی گئی۔

نہایت ہی افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ کہ ملک الطاف خان صاحب افغان مہاجر جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی اور بہت مخلص احمدی تھے۔ چند دن بیمار رہ کر ...

عہدہ دار سرکاری افسر اور ملازم بھی ہیں۔ اسلئے میری فطرت اس بات کو پسند نہیں کرتی تھی۔ کہ جو انجمنیں مذہبی کاموں کے لئے بنائی گئی ہیں وہ سیاسی امور میں دخل دیں۔ نیز اسلئے بھی کہ سیاسی امور چونکہ ایک جوش پیدا کر دیتے ہیں جس سے بعض لوگ حدود کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ میں جماعت کو سیاسیات بلکہ سیاسی امور کے مشابہ باتوں سے بھی روکتا رہا ہوں۔ لیکن موجودہ حکومت چونکہ صداقت اور راستی کے مقابلہ میں ایجی ٹیشن سے زیادہ متاثر ہوتی ہے۔ اور ایک شخص کے ہاتھ پر خواہ دس کروڑ انسانوں نے بیعت کر رکھی ہو پھر بھی اسکی آواز کو ایک فرد واحد کی آواز قرار دے کر اس سے بے اعتنائی برتی ہے۔ اور جب کسی امر کی طرف توجہ دلائی جائے۔ تو اسکی طرف سے یہی جواب دیا جاتا ہے۔ کہ اسکے متعلق پبلک میں کوئی ایجی ٹیشن نہیں۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ ہر وہ جماعت جو یہ سمجھتی ہے۔ کہ اس کے حالات ایسے ہیں کہ اسے قانونی حد کے اندر رہتے ہوئے حکومت کے پاس اپنا معاملہ پیش کرنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔ اسے لازم ہے کہ وہ موجودہ انجمن سے الگ ایک ایسی انجمن بنائے جسمیں کوئی سرکاری ملازم نہ ہو اسکے بعد جو جماعتیں اس قسم کی درخواست کرینگی میں غور کے بعد ان کو اجازت دیدوں گا۔

اس کے علاوہ حضور نے فرمایا۔ کہ میں اس کی اجازت دیتے ہوئے اپنی طبیعت پر ایک بوجھ محسوس کرتا ہوں۔ کیونکہ میں نے جماعت کو سیاسیات سے علیحدہ رکھنے کیلئے مسلسل کئیس سال کے لمبے عرصہ تک سخت جد وجہد کی ہے اور اس کیلئے اپنوں اور بیگانوں سے گالیاں کھائی ہیں مجھے اسی وجہ سے قتل کی دھمکیاں بھی دی گئیں لیکن اب میں مجبور ہو کر اسکی اجازت دے رہا ہوں۔ اسوقت ہماری جانیں اور ہماری بیوی بچوں کی جانیں خطرہ میں ہیں میں نے اپنی عمر کا ایک حصہ اس کوشش میں صرف کیا ہے۔ کہ حکومت برطانیہ کی نیک نامی میں اضافہ ہو۔ اور وہ مستحکم ہو۔ لیکن چونکہ میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ جب وہ لوگ ہم پر حملہ آور ہوئے۔ جن سے ہم اس لئے لڑتے رہے ہیں۔ کہ وہ حکومت کے خلاف منافرت پھیلاتے اور اس کی جڑوں کو کمزور کرنے والی حرکات کرتے تھے۔ تو ہمیں کچھ پتہ نہیں لگتا۔ کہ حکومت کیا کر رہی ہے۔ اس لئے میں مجبور ہوں۔ کہ جماعت کو اجازت دیدوں کہ جس حد تک شریعت سیاسیات میں دخل دینے کی اجازت دیتی ہے سلسلہ کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے فتنہ و فساد کے بغیر انصاف کو قائم رکھتے ہوئے۔ اور محبت کے جذبات کو کچلے بغیر خود حفاظتی کے طور پر وہ سیاسیات میں دخل دے سکتی ہے لیکن ضروری ہے کہ جو جماعتیں یہ سمجھتی ہوں۔ کہ ان کے حالات انہیں مجبور کر رہے ہیں۔ اور صرف میرے حکم کی وجہ سے وہ مجتنب تھیں۔ وہ اپنی علیحدہ انجمنیں بنا کر مجھے اطلاع دیں۔ تا میں ان کو اجازت دے سکوں۔

پس جو جماعتیں چاہیں۔ وہ حضور کی اس اجازت سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں لیکن اس وقت تک کہ حضور سے اجازت حاصل ہو جائے۔ کسی کو کسی سیاسی کام میں دلچسپی کا اظہار کرنے یا کسی رنگ میں بھی حصہ لینے کی اجازت نہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۸۷ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ شوال ۱۳۵۳ھ | جلد ۲۲

جلسہ سالانہ ۱۹۳۴ء پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر

حالات حاضرہ کے متعلق جماعت احمدیہ کو اہم ہدایات

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ پر ۲۷ دسمبر ۱۹۳۴ء کو حسب ذیل تقریر فرمائی۔

جلسہ سے ایک دو دن پہلے مجھے زکام۔ اور نزلہ کی سخت شکایت ہو گئی تھی۔ ہمارے ڈاکٹروں نے پوری کوشش کی اپنی طرف سے۔ کہ خدا تعالیٰ چاہے۔ تو نزلہ رک جائے۔ اور بظاہر معلوم ہوتا تھا۔ کہ نزلہ رک بھی گیا ہے۔ چنانچہ کل کاناغہ کرنے کے بعد آج پھر میں نے روزہ رکھ لیا۔ لیکن اس وقت معلوم ہوتا ہے۔ کہ نزلہ پھر گلے میں گر رہا ہے۔ اور شائد اس حالت میں مَیں سب دوستوں تک پوری طرح اپنی آواز نہ پہنچا سکوں۔ اور شائد میں زیادہ دیر تک نہ بول سکوں۔ اس کے ساتھ ہی مجھے سخت سر درد کی بھی تکلیف ہو گئی ہے اور وہ بھی میرے اونچا بولنے میں مانع ہے۔ مگر جہاں تک اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ اور جتنی بلند آواز سے بولنے کی توفیق دے مَیں اپنی طرف سے کوشش کروں گا۔ پھر بھی اگر سارے دوستوں تک آواز نہ پہنچے۔ تو بجائے اس کے کہ وہ حرکت کر کے دوسروں کو بھی ان باتوں کے سننے سے محروم کر دیں۔ جن کا سننا ضروری ہے اور جن کے سننے کے لئے وہ یہاں آئے ہیں۔

خاموش بیٹھے رہیں

اور دوسروں کو۔ جن تک میری آواز پہنچ سکے۔ فائدہ اٹھانے دیں۔

یہ مت خیال کرو۔ کہ جب تم کسی بات کو سنتے نہیں۔ اور تمہیں خاموش بیٹھنا پڑتا ہے۔ تو یہ ضیاع وقت ہے۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کے لئے انسان جو بھی کام کرتا ہے۔ وہ اس کے لئے

ثواب کا موجب

ہوتا ہے۔ اور بسا اوقات بظاہر ضائع نظر آنے والی چیز خدا تعالیٰ کے حضور قبول ہونے والی ہوتی ہے۔

حج کے موقعہ

پر جانوروں کی بکثرت قربانیاں کی جاتی ہیں۔ اتنی کثرت سے کہ ان کا گوشت کھانے والا کوئی نہیں ہوتا۔ مکہ میں جو صاحب حیثیت لوگ ہوتے ہیں۔ وہ بھی قربانیاں کرتے ہیں۔ اور ان ایام میں قریباً سب ہی حیثیت والے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ باہر سے آنے والے حاجیوں کو لوٹ رہے ہوتے ہیں۔ پھر حاجی قربانیاں کرتے ہیں۔ اور بعض دفعہ وہاں جمع ہونے والے انسانوں کی تعداد سے بھی قربانیاں بڑھ جاتی ہیں۔ کیونکہ بعض لوگ ماں باپ کی طرف سے۔ اور اپنے دوستوں کی طرف سے بھی قربانیاں کرتے ہیں۔ میں جب حج کے لئے گیا۔ تو مَیں نے سات قربانیاں کی تھیں۔ ایک رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے۔ ایک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے۔ ایک والدہ صاحبہ کی طرف سے ایک حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی طرف سے۔ ایک اپنی طرف سے۔ ایک اپنی بیوی کی طرف سے۔ اور ایک جماعت کے دوستوں کی طرف سے۔ تو وہاں اس قسم کی قربانیاں اتنی کثرت سے ہوتی ہیں۔ کہ کھانے والے اتنے نہیں ہوتے۔ جتنے بکرے وغیرہ ذبح ہوتے ہیں۔ کئی لوگ جو نئی تہذیب کے دلدادہ کہلاتے ہیں۔ یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ یہ اسراف ہے۔ جو جائز نہیں۔ حالانکہ

بعض حالتوں میں اسراف

بھی مفید ہوتا ہے۔ اور کبھی یہ سکھانا بھی ضروری ہوتا ہے کہ ضائع ہونے دو۔ جو ضائع ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص اسراف اور ضروری اخراجات میں فیصلہ نہیں کر سکتا۔ بعض اوقات ایک شخص ضروری اخراجات کو بھی اسراف سمجھ لیتا ہے۔ اور نیکی کے حصول سے محروم رہ جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو بتایا جاتا ہے کہ اگر انہیں کسی موقعہ پر خرچ کرنا اسراف نظر آئے۔ تو بھی کرنا چاہیئے۔

پس جن دوستوں کو باوجود میری کوشش کے آواز نہ پہنچے۔ وہ بھی بیٹھے رہیں۔ تاکہ ان کے اٹھنے سے دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔

اس وقت میرے ارد گرد دوستوں نے

کئی ایک کتابیں

رکھ دی ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ ہم نے کوشش کی۔ کہ پھلدار درخت لگائیں۔ اب ان درختوں کو پھل آگیا ہے۔ مگر وہ جھڑتا نہیں آپ سوٹا لے کر اس پھل کو جھاڑ دیں۔

میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ ایک ایسی رسم ہو گئی ہے جس کے متعلق مجھے احتیاط کرنی چاہیئے۔ اس لئے میں صرف اتنی اطلاع دینے پر اکتفا کرتا ہوں کہ کئی دوستوں نے کتابیں شائع کی ہیں۔ اور مَیں سمجھتا ہوں۔ بعض کتابیں مفید۔ اور بعض بہت مفید بھی ہیں۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہتا گویا مجمل سفارش کرتا ہوں۔ اور آئندہ کوشش کروں گا کہ ابتدائی خطبہ بجائے خلیفہ کے خطبہ کے نیلام کرنے والے کا خطبہ نہ بن جائے۔ اور آئندہ کوشش کروں گا۔ کہ مجمل سفارش کو بھی ترک کر دوں۔ اس وقت اتنی سفارش کرتا ہوں۔ کہ سلسلہ کے لٹریچر کی اشاعت مفید اور ضروری ہے۔ اور جو

مفید لٹریچر

ہے۔ احباب اسے خریدیں۔

ہاں ایک بات کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ یہاں

ہوزری کا کام

شروع کیا گیا ہے۔ اور ایک ایسا کارخانہ کھولا گیا ہے جس پر جماعت کا روپیہ لگایا گیا ہے۔ غرض یہ ہے۔ کہ یہاں آہستہ آہستہ مختلف اقسام کے کارخانے کھولے جائیں۔ جب میں نے ایک مجلس مشاورت کے موقعہ پر احباب سے ہوزری کے متعلق مشورہ لیا تھا۔ تو یہ بھی کہا تھا۔ کہ جب کارخانہ جاری ہو جائے۔ اور مال تیار ہونے لگے۔ تو جس سائز کی جرابوں کی انہیں ضرورت ہو۔ اور وہ مل سکتی ہوں۔ تو اسی کارخانہ کی خریدیں۔ اور یہاں تک کہا گیا تھا۔ کہ جب ہندوستان میں ابتداء میں جرابیں بننے لگیں۔ جو ڈھیلی ڈھالی ہوتی تھیں۔ اگر اس قسم کی بھی یہاں بننے لگیں۔ تو ان کے خریدنے میں عذر نہ کیا

سلسلہ کی ترقی اور جماعت کی تنظیم

کے لئے ایسا مال خریدنا پڑے۔ تو بھی اعتراض نہ ہو۔ سوائے

اس سے کہ مطلوبہ سائز کی جرابیں نہ مل سکیں۔ آئندہ جماعت کا فرض ہوگا۔ کہ جب اس کارخانہ کی جرابیں مل سکیں۔ تو وُہی خریدیں۔ اب کارخانہ نے مال تیار کرنا شروع کر دیا ہے۔ دوستوں کو چاہیئے۔ کہ وُہ خریدیں۔ اور یہاں آتے جاتے بھی وہی مال خریدا کریں۔ افسوس ہے۔ کہ کارخانہ نے ابھی تک ایجنسیاں قائم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اور نہ مال کا ایسے رنگ میں اشتہار دیا ہے۔ جو ضروری ہے۔ مگر یہ کارخانہ والوں کا کام ہے۔

جماعت کا فرض

یہ ہے۔ کہ تمام دوست اسی کارخانہ کی جرابیں خریدیں۔ اور پہنیں۔ امید ہے۔ دوست اس بات کو یاد رکھیں گے ؎

بعض دوستوں کی طرف سے

دعا کے لئے تار

آئے ہیں۔ لفٹیننٹ غلام احمد صاحب نے لنڈی کوتل سے لکھا ہے۔ کہ چھٹی نہیں مل سکی۔ اس لئے جلسہ میں شامل نہیں ہو سکا۔ میرے لئے دُعا کی جائے۔ ایک تار میں تار والوں نے ظلم کر کے نام مٹا دیا ہے۔ اس لئے پڑھا نہیں جاتا۔ وُہ اپنے ایک دوست کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ وُہ بیمار ہیں۔ ان کے لئے دُعا کی جائے۔ ڈاکٹر بشیر احمد صاحب زاہدان سے تار دیتے ہیں۔ سب دوستوں کو السلام علیکم کہتے۔ اور درخواست کرتے ہیں۔ کہ انہیں دُعاؤں میں یاد رکھا جائے۔ نیز زاہدان کے دُوسرے دوستوں کو بھی یاد رکھا جائے۔ محمد شریف صاحب کاکول ضلع ہزارہ سے لکھتے ہیں۔ کہ چھٹی نہیں مل سکی۔ دُعاؤں میں شریک کیا جائے۔ شیخ حسن صاحب یادگیر سے لکھتے ہیں۔ کہ ان کے لئے دُعا کی جائے۔ اور سب کو السلام علیکم کہتے ہیں ؎

اس کے بعد میں جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہُوں۔ کہ

وُہ زمانہ

جس کے متعلق مَیں عرصہ سے توجہ دلاتا رہا ہوں۔ کہ تیار رہنا چاہیئے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وُہ آگیا ہے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ جماعت نے اس کے آنے سے پہلے اس کے لئے تیاری نہیں کی تھی۔ اگر جماعت کے لوگ اس کے لئے پہلے سے تیاری کر چکے ہوتے۔ تو آج کسی قسم کے فکر کی ضرورت نہ ہوتی۔ اور کسی رنگ میں بھی دُشمن کو حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔ اور اگر جرأت کرتا۔ تو اسے فوراً معلوم ہو جاتا۔ کہ جماعت احمدیہ پر ہاتھ ڈالنا معمُولی بات نہیں ہے لیکن باوجُود بار بار توجہ دلانے کے اور بار بار آگاہ کرنے کے کہ دُشمن تیاری کر رہا ہے۔ جماعت کے اکثر افراد نے اس بات کو عارضی خطرات کی تنبیہ سمجھا۔ اور

مستقل خطرہ

کی طرف توجہ نہ کی۔ آخر بعض مسلمان کہلانے والوں نے محسوس کیا۔ کہ جماعت احمدیہ اس مقام پر پہونچ گئی ہے۔ کہ اگر اس سے آگے بڑھ گئی۔ تو اس کا مٹانا۔ اور اس کا مقابلہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے انہوں نے تنظیم کر کے۔ اور ایسے لوگوں کی مدد لے کر جو بظاہر ہمارے دوست بنے ہوئے تھے۔ مگر اندرُونی طور پر دُشمن تھے۔ ہمارے خلاف اڈا قائم کر لیا۔ اور ایسی تنظیم کی۔ جس کی غرض احمدیت کو کچل دینا ہے۔ ۱۹۳۱ء میں تحریک کشمیر کے دَوران میں ایک دن سر سکندر حیات خان صاحب نے مجھے کہلا بھیجا۔ کہ اگر کشمیر کمیٹی۔ اور احرار میں کوئی سمجھوتہ ہو جائے۔ تو حکومت کسی نہ کسی رنگ میں فیصلہ کر دیگی اس بارے میں دونوں کا تبادلۂ خیال چاہتا ہوں۔ کیا آپ شریک ہو سکتے ہیں۔ میں اس وقت لاہور میں ہی تھا۔ میں نے کہا۔ مجھے شریک ہونے میں کوئی عذر نہیں۔ میٹنگ سر سکندر حیات خان صاحب کی کوٹھی پر ہُوئی۔ اور میں اس میں شریک ہُوا۔ چودھری افضل حق صاحب بھی وہیں تھے۔ باتوں باتوں میں وُہ جوش میں آگئے۔ اور کہنے لگے۔ ہم نے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ احمدی جماعت کو کُچل کر رکھ دیں۔ مَیں نے اس پر مسکرا کر کہا۔ اگر جماعت احمدیہ کسی انسان کے ہاتھ سے کچلی جا سکتی۔ تو کبھی کی کُچلی جا چکی ہوتی۔ اور اب بھی اگر کوئی انسان اسے کچل سکتا ہے۔ تو یقیناً وُہ رہنے کے قابل نہیں ہے۔

یہ

پہلی کوشش

تھی۔ پھر احرار نے جماعت احمدیہ کو کچلنے کی مزید کوشش شروع کی۔ اور یہ عجیب بات ہے۔ کہ وُہی احراری جو اپنی دُوسری تحریکات کے لئے جب کوشش کرتے۔ تو انہیں روپیہ نہیں ملتا تھا۔ انہوں نے جب جماعت احمدیہ کے خلاف کوشش شروع کی۔ تو یُوں معلُوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے لئے بہت بڑے خزانہ کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک خاص طبقہ اندر ہی اندر ان کی مدد کر رہا۔ اور انہیں روپیہ دے رہا ہے۔ تاکہ جماعت احمدیہ کی مخالفت کی جائے ؎

مذہبی مخالفت ایک ایسی چیز ہے۔ کہ اس میں افسر اور غیر افسر کا کوئی سوال نہیں ہوتا۔ جب احراریوں نے جماعت احمدیہ کے متعلق مذہبی مخالفت کا سوال اٹھایا۔ تو

حکومت کے بعض کل پُرزے

جو حکومت کے وفادار نہ تھے۔ انہوں نے احراریوں سے مفاہمت شروع کر دی۔ اور یہ یقینی طور پر معلُوم ہو گیا ہے۔ کہ انہوں نے کوشش کی۔ کہ جس طرح بھی ممکن ہو۔ احراریوں کا زور بڑھائیں۔ اور احمدیوں کا زور کم کریں۔ اس کا نظارہ ہم نے قادیان میں بھی دیکھا۔ احراری حکومت کے کُھلے مخالف ہیں۔ اور قدم قدم پر حکومت کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔ کشمیر ایجی ٹیشن انہوں نے شروع کی۔ حکومت کو انہوں نے دھمکیاں دیں۔ اور حکومت کے لاکھوں روپے انہوں نے خرچ کرائے۔ مگر وُہی احراری جن کا مقابلہ حکومت کے ساتھ تھا۔ اور جو یہ کہتے تھے۔ کہ ہم

حکومت کو تہ و بالا

کر کے رکھ دیں گے۔ ہم نے دیکھا۔ کہ جب ان کی شرارتوں کے متعلق بعض مقامی افسروں سے شکایت کی جاتی۔ تو وُہ احراریوں کی پیٹھ ٹھونکتے۔ اور ان کی طرف سے عذرات پیش کرنے شروع کر دیتے۔ اور اگر کوئی عذر نہ پیش کر سکتے۔ تو یہی کہہ دیتے۔ کہ بے وقوف بھی دُنیا میں ہوتے ہیں۔ آپ کی جماعت بڑی فراخ دل۔ اور تعلیم یافتہ ہے۔ اسے ان لوگوں کے ساتھ فراخ دلی کا سلوک کرنا چاہیئے ؎

اس سے معلُوم ہو سکتا ہے۔ کہ پولیس کے بعض افسر۔ اور دوسرے سول کے بعض افسر جنہیں تنخواہیں تو اس کام کے لئے ملتی ہیں کہ امن قائم رکھیں۔ مگر وُہ

امن شکنوں کے ساتھ سازباز

رکھتے تھے۔ اور ان لوگوں سے ملے ہُوئے تھے۔ جو گورنمنٹ کو اُلٹنے کا ارادہ رکھتے۔ اور اس کے لئے کوششیں کرتے رہے ہیں۔ متواتر ان لوگوں نے قادیان میں آکر شورش کرنی چاہی فساد پھیلانا چاہا۔ بدامنی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مگر بعض افسر ان کی پیٹھ ٹھونکتے رہے۔ حکومت کے افسروں میں اچھے بھی ہوں گے۔ مگر اس وقت میں بُرے لوگوں کا ذکر کر رہا ہوں۔ اچھوں کی ہم بہت تعریفیں کر چکے۔ اور کرتے رہیں گے۔ مگر اس وقت ہم مجبُور ہیں۔ کہ بُروں کا ذکر کریں ؎

غرض اس وقت ہماری جماعت پر جو حملہ کیا جا رہا ہے وُہ ایک جماعت کی طرف سے ہے۔ اور

ہر جگہ حملہ کیا جا رہا ہے

پہلے اگر بٹالہ کے احمدیوں کو مارا۔ اور گالیاں دی جاتیں اور اس کی طرف حکومت کو توجہ دلائی جاتی۔ تو افسر کہہ دیتے۔ کہ ہم توجہ کریں گے۔ یا کہہ دیتے ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اگر کسی اور جگہ احمدیوں کے خلاف شورش ہوتی۔ اور حکام کو توجہ دلائی جاتی۔ تو وُہ طفل تسلی دے دیتے یا کچھ نہ کچھ شرارت کا انسداد کر دیتے۔ اگر کوئی افسر جماعت احمدیہ سے کینہ رکھتا۔ تو کہہ دیتا ایسی باتیں ہوتی ہی رہتی ہیں۔ اور اگر شریف ہوتا۔ اور اپنے فرض کو سمجھتا۔ تو کچھ نہ کچھ نوٹس لے لیتا اور اس طرح بات طے ہو جاتی۔ کیونکہ اس وقت شرارت مقامی ہوتی۔

ساری جماعت کے خلاف نہ ہوتی تھی۔ ہر مقام کے متعلق افراد کی کوشش افراد کے خلاف ہوتی۔ مگر آج کل کئی جماعتیں ہیں۔ جو متحدہ طور پر جماعت احمدیہ کے خلاف کھڑی ہو گئی ہیں اور احمدی ہونے کی وجہ سے مخالفت کر رہی ہیں۔ جہاں جہاں جماعتیں ہیں۔ وہاں وہاں

منظم مخالفت

کی جارہی ہے۔ گویا پہلے اعضاء پر حملہ ہوتا تھا۔ مگر اب سر پر حملہ کیا جارہا ہے۔ پہلے اردگرد حملہ کیا جاتا تھا۔ مگر اب مرکز پر حملہ کیا جارہا ہے۔ اور اس طرز کا حملہ کیا جارہا ہے جو نہایت ہی اشتعال انگیز اور امن شکن ہے۔ ایک طریق اس حملہ کا یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات پر نہایت گندے اور نہایت ناپاک حملے کئے جاتے ہیں ایسے گندے کہ اگر سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تعلیم پیش نظر نہ ہوتی اگر احمدیت ہاتھ نہ روکتی۔ تو باوجود اس حکومت کی فوجوں اور پولیس کے

ہزارہا خون ہوجاتے

میں ان لوگوں میں سے ہوں۔ جو نہایت ٹھنڈے دل کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا کرتے ہیں میں نے اپنے کانوں مخالفین کی گالیاں سنیں۔ اور اپنے سامنے بٹھا کر سنیں۔ مگر باوجود اس کے تہذیب اور متانت کے ساتھ ایسے لوگوں سے باتیں کرتا رہا۔ میں نے پتھر بھی کھائے اس وقت بھی جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پر امرتسر میں پتھر پھینکے گئے۔ اس وقت میں بچہ تھا۔ مگر اس وقت بھی خدا تعالیٰ نے مجھے حصہ دے دیا۔ لوگ بڑی کثرت سے اس گاڑی پر پتھر مار رہے تھے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیٹھے تھے۔ میری اس وقت ۱۴-۱۵ سال کی عمر ہوگی۔ گاڑی کی ایک کھڑکی کھلی تھی۔ میں نے وہ کھڑکی بند کرنے کی کوشش کی لیکن لوگ اس زور سے پتھر مار رہے تھے۔ کہ کھڑکی میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اور پتھر میرے ہاتھ پر لگے۔ پھر جب سیالکوٹ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر پتھر پھینکے گئے۔ اس وقت بھی مجھے لگے۔ پھر جب تھوڑا عرصہ ہوا میں سیالکوٹ گیا۔ تو باوجود اس کے کہ جماعت کے لوگوں نے میرے اردگرد حلقہ بنا لیا تھا۔ مجھے چار پتھر لگے۔

غرض میں نے مخالفین سے پتھر کھائے ہیں۔ گالیاں سنی ہیں۔ اور اشتعال انگیزیاں دیکھی ہیں لیکن اف نہیں کی اس لئے نہیں۔ کہ غیرت نہیں آتی۔ جوش نہیں آتا۔ غصہ نہیں آتا۔ بلکہ محض اس لئے کہ اس شخص کا۔ ہمیں حکم ہے۔ جسے مخالفین گالیاں دیتے۔ جس پر اتہام لگاتے۔ جس کی تذلیل کرتے ہیں۔ کہ ہاتھ نہیں اٹھاتا۔ ورنہ اگر اس کا حکم نہ ہوتا تو نہ ہم بیوی بچوں کی پروا کرتے۔ نہ اپنی جانوں کی پروا کرتے۔ نہ کسی طاقت کی پروا کرتے۔ وہ

شیطان کے چیلے

جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دیتے۔ آپ پر ناپاک اور گندے الزامات لگاتے ہیں۔ آپ کی تحقیر اور تذلیل کرتے ہیں۔ ان کی جانیں محض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ہی طفیل بچی ہوئی ہیں۔ ورنہ کوئی حکومت کوئی طاقت اور کوئی انتظام ان کو بچا نہیں سکتا۔

غرض اس ہستی کو جس کی تحقیر اور تذلیل دیکھنا اور جس کے متعلق گالیاں اور بدزبانیاں سننا ہماری طاقت برداشت سے باہر ہے۔ حد سے بڑھی ہوئی گالیاں دی جاتی۔ اور ناقابل برداشت تذلیل کی جاتی ہے۔ اور ایسے موقع پر کی جاتی ہے۔ جبکہ اشتعال فوراً پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً انہی ایام میں جب کہ ہمارا سالانہ جلسہ ہو رہا ہے ۶ ہزار کے قریب قادیان میں احمدیوں کی آبادی ہے۔ ۳/۴ ہزار احمدی اردگرد کے دیہات سے آئے ہوئے ہیں۔ ۱۱/۱۲ ہزار احمدی پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں کے جمع ہیں۔ اور ۲۳/۲۴ ہزار احمدیوں کا اجتماع قادیان میں موجود ہے آج اس جگہ جہاں ایک چپہ بھر زمین بھی مخالفین کی نہیں ہے۔ جہاں ان کی تعداد عام حالات میں بھی احمدیوں کے مقابلہ میں ۱/۱۰ فی صدی بھی نہیں ہے۔ اور جہاں اس وقت سرکاری حکام موجود ہیں۔

نہایت ہی گندہ اور ناپاک لٹریچر

تقسیم کیا جارہا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ "کیا مرزا قادیانی عورت تھی یا مرد" "مرزا کے ساتھ خدا کا بدفعلی کرنا" "مرزا کو حیض آنا" "مرزا کا حاملہ ہونا" "دردزہ سے تکلیف پانا" مگر وہ افسر جو احراریوں کے جلسہ کے موقع پر احمدیوں کو کیمپ رکھنے سے روکتے تھے۔ آج کہتے ہیں۔ کہ ہم ایسے لٹریچر کو روک نہیں سکتے اگر اس وقت کوئی ایسا قانون تھا۔ جس کے ماتحت احمدیوں کو کیمپ رکھنے سے روکا جا سکتا تھا۔ مگر آج گندہ لٹریچر روکنے کے لئے کوئی قانون نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس وقت کوئی ایسا دماغ کام کر رہا تھا۔ جو آج نہیں ہے۔ اس وقت فتنہ و فساد پھیلانے والے ان حکام کے چیلے چانٹے تھے۔ جن کا اس فتنہ میں ہاتھ ہے۔ اس لئے وہ ان کی شرارت انگیز حرکات پر خوش ہوتے تھے۔ اور احمدیوں کو ان کی حرکات کا ثبوت بہم پہنچانے سے روکتے تھے۔ تاکہ ضلع کے منصف مزاج حاکم یا اوپر کے حکام ان کی حقیقت سے ناواقف رہیں۔ مگر آج کل جماعت احمدیہ کے لوگ جبکہ کثرت سے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ فتنہ پرداز گالیاں دیتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توہین کرتے ہیں۔ تو پولیس کے وہی افسر خوش ہوتے ہیں۔ کہ وہ اشتعال انگیز باتیں کر رہے ہیں

میں کہتا ہوں۔ اس قسم کی اشتعال انگیزی بھی ہم پر اثر نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ہمیں ایسی تعلیم دی گئی ہے۔ جس نے ہمیں کلیتہً جکڑ رکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ سچا مومن خصی ہو جاتا ہے۔ پس حکومت کے افسروں کو پولیس اور سول کے حکام کو اور احراریوں کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ باوجود ان اشتعال انگیزیوں کے جو وہ کر رہے ہیں۔ ہم بالکل پرامن ہیں۔ کیونکہ ہم سچے مومن ہیں اور مومن خصی ہو جاتا ہے۔ ہمیں جوش آتا ہے اور آئے گا مگر وہ دل میں ہی رہیگا۔ ہمیں غیرت آئے گی۔ مگر وہ ظاہر نہ ہوگی۔ ہمارے قلوب ٹکڑے ٹکڑے ہونگے۔ مگر زبانیں خاموش رہنگی ہاں

ایک اور ہستی ہے۔ جو خاموش نہ رہیگی

وہ بدلا لیگی اور ضرور لے گی۔ حکومتوں سے بھی۔ اور افراد سے بھی۔ کوئی بڑے سے بڑا افسر کوئی بڑے سے بڑا لیڈر۔ کوئی بڑے سے بڑا جتھا اور کوئی بڑی سے بڑی حکومت اس کی گرفت سے بچ نہ سکے گی۔ حکومت انگریزی بہت بڑی اور بہت طاقت ور حکومت ہے۔ مگر جو اس کے غدار اور فرض ناشناس حاکم ہیں۔ انہیں وہ خدا کی گرفت سے نہیں بچا سکتی۔ وہ ایسے حکام کو بم کے گولوں سے بچانے کا انتظام کر سکتی ہے۔ اور وہ احمدیوں نے چلانے نہیں۔ مگر ہیضہ۔ قولنج۔ اور طاعون کے حملہ سے وہ کسی کو نہیں بچا سکتی۔ اور نہ کوئی اور طاقت ہے۔ جو خدا کی گرفت سے بچا سکے۔ اگر یہی حالت جاری رہی اور کسی دن بددعا نکل گئی۔ تو حکومت دیکھ لے گی۔ کہ اپنے تمام سامانوں اور اپنی تمام حفاظتوں کے باوجود ان کو بچا نہ سکے گی۔ ہمارا خدا ظلم اور ناانصافی کرنے والوں کو دیکھ رہا ہے۔ وہ ہمارے زخمی قلوب اور ان میں جو جذبات ہیں۔ ان کو دیکھتا ہے۔ پھر ہمارے صبر کو دیکھتا ہے۔ آخر وہ ایک دن اپنا فیصلہ نافذ کرے گا۔ اور پھر دنیا دیکھ لے گی۔ کہ کیا کچھ رونما ہوتا ہے۔

علاوہ اس گندے اور اشتعال انگیز لٹریچر کے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے خلاف شائع کیا جاتا ہے۔ مرکز سلسلہ اور جماعت احمدیہ کے خلاف بھی لوگوں کو طرح طرح سے اکسایا اور ورغلایا جاتا ہے۔ مثلاً پچھلے دنوں "زمیندار" اخبار نے شائع کیا۔ کہ احمدیوں کی طرف سے اسے اس قسم کی چٹھیاں ملی ہیں۔ جن میں

مولوی ظفر علی صاحب کو قتل کرنیکی دھمکیاں

دی گئی ہیں۔ ہر ایک عقلمند اس قسم کی چٹھی لکھنے والے کو یا تو نیم پاگل سمجھیگا۔ یا یہ خیال کریگا۔ کہ چٹھی مصنوعی ہوگی۔ مگر اس موقع پر ہوتا کیا ہے۔ یہ کہ مخالفین کے اس طبقہ میں شور مچ جاتا ہے کہ اب قتل ہونے لگے

اور احمدیوں کو قتل کرنے کے لئے تیار کیا جا رہا ہے ادھر گورنمنٹ کو ننگ پڑ گئی۔ پولیس نے انتظامات کرنے شروع کر دیئے۔ سی آئی۔ ڈی جمع ہونے لگ گئی۔ مگر کوئی یہ نہیں کہتا۔ کہ جب چٹھی پر لکھنے والے کا نام اور پتہ درج ہے تو کیوں اسے پکڑتے نہیں۔ وہ چٹھی جرمن یا جاپان سے تو نہیں آئی تھی۔ کہ لکھنے والا پکڑا نہ جا سکتا تھا۔ وہ کراچی کی چٹھی تھی۔ کیا حکومت کراچی سے اس کا پتہ نہ لگا سکتی تھی۔ وہاں ایک احمدی مبارک احمد رہتا ہے۔ مگر چٹھی پر مبارک مبارز لکھا تھا۔ اور دوسری چٹھی پر سید احمد نام درج تھا۔ ہمیں بہت حد تک یقین ہے۔ کہ یہ چٹھیاں کس نے لکھیں۔ اگر حکومت تحقیقات کرتی۔ اور جس آدمی کو پیش کیا جاتا۔ اس کے خط کے ساتھ اس چٹھی کا خط ملاتی۔ تو غالباً معلوم ہو جاتا کہ لکھنے والا

حکومت کے ہی ایک محکمہ کا آدمی

ہے۔ حکومت اس بارے میں بآسانی تحقیقات کر سکتی تھی۔ لیکن بجائے اس کے کہ یہ تحقیقات کی جاتی۔ کہ کراچی میں ایسے احمدی ہیں یا نہیں۔ پولیس کے حکام نے "زمیندار" کے شور و شر پر اس قسم کے انتظامات شروع کر دیئے۔ کہ گویا اس کی شائع کردہ چٹھیاں بالکل درست تھیں اور فی الواقعہ قتل کا اندیشہ تھا۔

پھر "زمیندار" میں اسی قتل کرنے کی چٹھی لکھنے والے کی طرف سے اعلان کرا دیا جاتا ہے۔ کہ وہ پہلے احمدی تھا مگر اب احمدیت سے مرتد ہو گیا ہے۔ اس کے متعلق

ہم چیلنج دیتے ہیں

کہ ثابت کریں۔ وہ شخص کبھی احمدی ہوا۔ احمدی ہونے کے لئے بیعت کی جاتی ہے۔ اور بیعت کرنے والوں کے نام شائع کئے جاتے ہیں۔ اس کا نام کب شائع ہوا۔ پھر احمدی کے لئے شرط ہے۔ کہ وہ باقاعدہ چندہ ادا کرے۔ اس نے کب چندہ دیا۔ کراچی میں باقاعدہ احمدی جماعت ہے۔ اور تمام احمدیوں کے رجسٹروں میں نام درج ہیں۔ چندہ دینے والوں کو رسیدیں دی جاتی ہیں۔ اس شخص سے پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ رسیدیں دکھاؤ۔ بیعت کرنے کے جواب میں جو خط تمہیں آیا وہ دکھاؤ۔ اگر اس طرح اسے احمدی ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ تو صاف بات ہے۔ کہ بعض شریروں اور فتنہ پردازوں نے جعلی خطوط بنا کر شائع کرائے۔ اور اس طرح عام لوگوں کو

احمدیوں کے خلاف اشتعال

دلایا۔ مگر عجیب بات ہے۔ کہ اشتعال تو احمدیوں کے خلاف دلایا گیا۔ اور مصنوعی خطوط کے ذریعہ احمدیوں کی جان و مال کو خطرہ میں ڈالا گیا۔ لیکن حکومت ان کی حفاظت کا انتظام کرتی ہے۔ جنہوں نے اشتعال دلایا۔ اور اس طرح

جماعت احمدیہ کو اور زیادہ خطرات میں

ڈال دیتی ہے۔

یہ سب کچھ ہم دیکھ رہے ہیں۔ ہمارا خدا بھی دیکھ رہا ہے۔ اور وہ افسر بھی دیکھ رہے ہیں۔ جنہیں ہم سمجھتے ہیں کہ ان کے دل شرافت سے خالی نہیں ہیں۔ حکومت کسی ایک آدمی کا نام نہیں۔ بلکہ لاکھوں انسانوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ جو حکومت کر رہے ہیں۔ ان میں شریف بھی ہیں اور شریر بھی۔ آج اگر شریف ڈر کر نہ بولیں۔ یا ناواقفی کی وجہ سے خاموش ہوں۔ اور دخل نہ دیں۔ تو اور بات ہے۔ مگر ممکن ہے۔ کہ کل انہیں علم ہو۔ یا کمزور جرأت کریں۔ اور فتنہ پردازوں کی حرکات بند کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن اگر نہ کریں۔ تو خدا تعالیٰ خود ہماری حفاظت کرے گا۔

آسمان سے تیر آئیں گے

اور ہمارے دشمنوں کے سینوں کو چھیدیں گے۔ طاعون سے جو ہزارہا لوگ مرے۔ کیا وہ ہم نے مارے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ طاعون طعن سے نکلا ہے۔ اور طعن کے معنی نیزہ مارنا ہیں۔ پس وہی خدا جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت آپ کے دشمنوں کے متعلق قہری جلوہ دکھایا۔ وہی اب بھی موجود ہے۔ اور اب بھی

ضرور اپنی طاقتوں کا جلوہ دکھائیگا

اور ہرگز خاموش نہ رہے گا۔ ہاں ہم خاموش رہیں گے۔ اور جماعت کو نصیحت کرینگے کہ اپنے نفسوں کو قابو میں رکھیں۔ اور دنیا کو دکھا دیں۔ کہ ایک ایسی جماعت بھی دنیا میں ہو سکتی ہے۔ جو تمام قسم کی اشتعال انگیزیوں کو دیکھ اور سنکر امن پسند رہتی ہے۔

پھر لطیفہ یہ ہے۔ کہ جو حرکات جماعت احمدیہ کے خلاف کی جاتی ہیں۔ وہ اس قدر

معقولیت سے دور

ہیں۔ کہ معمولی عقل و سمجھ کا انسان بھی ان کی بیہودگی کو سمجھ سکتا ہے۔ ایک ہی وقت اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ

احمدی حکومت کے جاسوس ہیں

اور پھر ساتھ ہی یہ کہتے ہیں۔ کہ انگریزوں کے دشمن ہیں۔ لیکن بغض و کینہ کی انتہا ہے۔ کہ جب فتنہ پرداز یہ کہتے ہیں کہ

احمدی انگریزوں کے دشمن ہیں

تو پڑھنے والے کہتے ہیں۔ کیا ہی اچھا کہا۔ اور جب کہتے ہیں۔ کہ احمدی انگریزوں کے جاسوس ہیں۔ تو پھر بھی کہتے ہیں۔ واہ وا کیا خوب کہا۔ گویا ایک ہی وقت میں دونوں باتیں جو ایک دوسری کے متضاد ہیں پسند کی جاتی ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ حکومت کا ایک جزو بھی ایسے لوگوں کی باتوں کو درست تسلیم کرتا۔ اور اپنے طرز عمل سے ان کی حمایت کرتا ہے۔ جب وہ کہتے ہیں۔ کہ احمدی حکومت کے جاسوس ہیں۔ تو حکومت کے افسر خاموشی سے گذر جاتے ہیں۔ گویا انہوں نے کچھ سنا ہی نہیں۔ لیکن جب کہتے ہیں۔ کہ احمدی انگریزوں کے دشمن ہیں۔ تو

احمدیوں کے خلاف ڈائریاں

لکھنے لگ جاتے ہیں۔

غرض

فتنہ پرداز لوگ

اس طرح ایک طرف تو حکومت کو ہمارے خلاف اکساتے۔ اور دوسری طرف مسلمانوں سے لڑاتے ہیں۔ اور یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔ کہ یہ کانگرس سے مل کر اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ

ہمیں جو کچھ ملنا تھا۔ مل چکا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی کہا گیا۔ اور دو دفعہ مجھے بھی کہلایا گیا۔ کہ کیا حکومت اگر کوئی خطاب دے۔ تو اسے قبول کر لیا جائے گا۔ میں نے کہا اگر حکومت ایسا کرے گی۔ تو وہ میری ہتک کرے گی۔ ہمیں خدا تعالیٰ سے جو کچھ مل چکا ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر حکومت کیا دے سکتی ہے۔ اپنے متعلق خطاب کا ذکر تو الگ رہا۔ اگر جماعت احمدیہ کا کوئی شخص بھی خطاب کے متعلق کچھ پوچھتا ہے۔ تو میں اسے یہی کہتا ہوں۔ کہ مجھے تو انسانی خطاب سے گھن آتی ہے۔ احمدی کہلانے سے بڑا خطاب اور کیا ہو سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق آپ کے والد صاحب کو خیال تھا۔ کہ ان کا گزارہ کس طرح چلے گا۔ نہ تو یہ جائداد کا انتظام کر سکتے ہیں۔ اور نہ نوکری کرنا چاہتے ہیں

قریب کے گاؤں کا ایک سکھ

تھا۔ اس کے دو بیٹے دادا صاحب کے پاس آیا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک نے مجھے سنایا۔ کہ بڑے مرزا صاحب نے ایک دفعہ مجھے کہا۔ تم جاؤ غلام احمد تمہاری عمر کا ہے اسے سمجھاؤ۔ کہ اگر وہ جائداد کا انتظام نہیں کر سکتا۔ تو اسے ملازم کرا دوں۔ میں نے جا کر کہا۔ آپ کے والد صاحب ناراض ہو رہے ہیں۔ کہ آپ کوئی کام نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں۔ کیا بھائی کے ٹکڑوں پر پڑے رہو گے۔ اگر کہو تو ملازم کرا دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنکر فرمایا۔ والد صاحب تو یونہی فکر کرتے ہیں۔ انہیں کہہ دو۔ میں نے

جس کا نوکر ہونا تھا ہو گیا

ہوں۔ باوجودیکہ داداصاحب دُنیادار آدمی تھے۔ اس سکھ کا بیان ہے۔ کہ جب مَیں نے انہیں جا کر کہا۔ کہ وُہ یہ کہتے ہیں۔ تو خاموش ہو گئے۔ اور پھر کہا۔ اگر اس نے یہ کہا ہے۔ تو سچ کہتا ہے وُہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔

پس ہم اس کے قائم کئے ہُوئے سلسلہ کو چلانے والے ہیں۔ جو دُنیا کی نوکریوں سے آزاد تھا۔ دُنیاوی نوکریوں کی غرض یہی ہوتی ہے۔ کہ دُنیاوی مفاد حاصل کئے جائیں۔ ہمارے پاس تو وُہ کاغذات پڑے ہیں۔ جن میں حکومت کی طرف سے لکھا ہے۔ کہ وُہ ہمارے خاندان کی پہلی حالت بحال کرے گی۔ یہ تحریریں حکومت تسلیم کرتی رہی ہے۔ مگر ہم نے ان کو کبھی اتنی بھی وقعت نہ دی۔ جتنی ردی کاغذ کو دی جاتی ہے۔ کبھی ہم نے ان کی بناء پر حکومت سے کچھ مانگا؟ قطعاً نہیں۔ ملک میں ہزاروں لوگ ایسے ہیں۔ جنہوں نے حکومت کی چھوٹی چھوٹی خدمات کیں۔ اور حکومت نے ان کو مربعے دیئے۔ مگر

کیا ہم نے کبھی حکومت سے کچھ مانگا؟

یا جماعت کی خدمات کی بناء پر کچھ مانگا۔ جنگ عظیم میں ہم نے تین ہزار کے قریب افراد مہیا کئے۔ اور ہزارہا روپیہ خرچ کیا۔ اتنی ہی تعداد ایک شخص کی طرف منسوب کی گئی۔ حالانکہ اس نے اتنے آدمی نہ دیئے تھے۔ اسے سر کا خطاب مل گیا۔ مگر

ہم نے کچھ نہیں مانگا

اگر ہماری خدمات دُنیاوی اغراض کے ماتحت ہوتیں تو کبھی تو اس کا کوئی نشان ظاہر ہوتا۔ باوجود اس کے اگر حکومت کو یہ خیال ہو۔ کہ ہم اس سے جاہ طلبی کرتے ہیں۔ تو یہ اس کی غلطی ہے۔ ہمیں جو کچھ ملنا تھا۔ وُہ اسی وقت مل گیا۔ جب ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت مسیح علیہ السلام پر بھی یہی الزام لگایا گیا تھا کہ وُہ اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہود ان کے پاس گئے اور سوال کیا۔ کہ کیا ہم قیصر کو مالیہ نہ دیں۔ آپ نے فرمایا۔ ذرا وُہ درہم تو دکھاؤ۔ جو تم کو دینا پڑتا ہے۔ جب انہوں نے درہم دکھایا۔ تو آپ نے کہا۔ اس پر کس کی تصویر ہے۔ یا کس کا نام ہے۔ ان کے بتانے پر۔ کہ قیصر کا۔ انہوں نے کہا۔ بس پھر جو قیصر کا ہے۔ وُہ قیصر کو دو۔ اور جو خدا کا ہے۔ وُہ خدا کو دو۔ پس ہم بھی

خدا کے لئے

وہی مانگتے ہیں۔ جو خدا کا ہے۔ اور خدا کو پنجاب یا ہندوستان کی کیا ضرورت ہے۔ وُہ دل چاہتا ہے۔ اور ہم بھی اس کے لئے لوگوں کے قلوب ہی طلب کرتے ہیں۔ دُنیاوی حکومتوں سے ہمیں کیا کام۔ مگر میں یہ بزدلی سے نہیں کہتا۔ بلکہ دیانت داری سے یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ

ہمارا حکومت سے کوئی ٹکراؤ نہیں

اس کا میدان عمل اَور ہے۔ اور ہمارا اَور ہے۔ لیکن اگر وُہ خود ہم سے ٹکرائے گی۔ تو اس کا وہی حال ہوگا۔ جو کوئے کے پتھر سے ٹکرانے والے کا ہوتا ہے۔ ہمیں وفاداری کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور ہم اس پر قائم رہنا چاہتے ہیں۔ مگر اس قسم کے کتے جو ہمارے پیچھے چھوڑے گئے ہیں۔ اور حکومت ان کا تدارک کر کے ان کے شر سے ہمیں نہیں بچاتی۔ خدا تعالےٰ کی گرفت سے نہیں بچ سکیں گے۔ خدا تعالےٰ مزوران سے بدلہ لے گا۔ اور حکومت بھی جلد اس کا انسداد نہ کرنے کے سبب سے زیرِ الزام آئے گی۔

ہماری امن پسندی

کی تو یہ حالت ہے۔ کہ بعض مقامی حکام نے احراریوں کے جلسہ کے موقعہ پر جب حکم دیا۔ کہ احمدی اپنے پاس کیمرے نہ رکھیں۔ تو میں نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی ہدایت کر دی۔ حالانکہ کیمروں سے کسی کو کیا نقصان پہنچ سکتا تھا۔ کیمرہ سے کبھی کسی نے کسی پر حملہ کیا۔ اس سے کبھی کوئی خون ہوا۔ کبھی اس سے کسی نے کسی کی آنکھ ہی پھوڑی ہے۔ ایسا نامعقول شخص کون ہوگا۔ کہ دو آنے کی سوئی جو کام کر سکتی ہے۔ وُہ دو اڑھائی سو روپیہ کے کیمرے سے لے۔ مگر احراریوں کے جلسہ پر حکم دیا گیا۔ کہ

احمدی اپنے پاس کیمرے نہ رکھیں

ان سے فساد ہو جائے گا۔ اور اس کی وجہ صرف ان چھوٹے افسروں کی بدسیاسیوں کی شکایت تھی۔ جو ڈرتے تھے۔ کہ احمدی ہماری حرکات کی تصویر نہ لے لیں۔ اور جب ان کی شکایت کی غرض نہ سمجھتے ہُوئے سپرنٹنڈنٹ پولیس نے حکم دیا۔ کہ احمدی کیمرے نہ رکھیں۔ اس سے اشتعال ہوتا ہے۔ تو میں نے جماعت کو اس سے بھی منع کر دیا۔

پھر ایک لڑکے نے جو مستری کا کام سیکھتا تھا۔

ایک کھڈ شک

بنائی۔ اس کا نام نیزہ رکھا گیا۔ اور اخباروں میں یہ خبر شائع کرائی گئی کہ قادیان میں نیزے پکڑے گئے ہیں۔ باوجود اس کے کہ یہ بالکل جھوٹ تھا۔ اور باوجود اس کے کہ ہم نے اس کے متعلق چیلنج دیا۔ اور میں نے خود سی۔ آئی۔ ڈی کے سپرنٹنڈنٹ صاحب کو کہا۔ کہ آپ میری اجازت سے اسی وقت ہماری دربندی کر کے تلاشی لے لیں۔ تا کہ شک کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اور چونکہ ہم خود راضی ہیں۔ قانون کا کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ہر احمدی کے گھر کی تلاشی لے لی جائے۔ کہ کس قدر نیزے احمدیوں کے گھر میں ہیں۔ لیکن انہوں نے کہا۔ کہ جب آپ نے کہہ دیا۔ کہ ایسا نہیں۔ تو اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کوئی افسر نہیں۔ جو آپ کے انکار کو تسلیم نہ کرے گا۔ لیکن مقامی حکام نے اس خبر کی جو شائع ہوئی تھی۔ کوئی تردید نہ کی۔ بلکہ جب بعض حکام کو سلسلہ کے نمائندوں نے کہا۔ کہ آپ ان شخصوں پر مقدمہ کیوں نہیں چلاتے جن کے پاس سے نیزے نکلے تھے۔ تو وُہ بے اختیار بول اٹھے۔ کہ اصل بات یہ ہے۔ کہ وُہ نیزہ نہیں۔ کھڈ شک تھی۔ اور قانوناً اس پر مقدمہ نہیں چل سکتا۔ مگر باوجود اس کے اس خبر کی تردید نہ کی گئی۔ اور ہمارے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا جیسا کہ کہتے ہیں ایک شخص کو جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔ وُہ کہنے لگا۔ خدا کی قسم فلاں جگہ اتنی سخت لڑائی ہُوئی ہے۔ کہ کئی لاشیں پڑی ہیں۔ جب اس سے پھر پوچھا گیا۔ تو کہنے لگا۔ قرآن کی قسم سینکڑوں زخمی ہو گئے ہیں اسے کہا گیا۔ اپنی جان کی قسم کھا کر بتاؤ۔ تو کہنے لگا صرف دو آدمی مارے گئے ہیں۔ پھر کہا گیا سچ سچ بتاؤ۔ تو کہنے لگا۔ ایک آدمی کے خراش آئی ہے۔ اور جب کہا گیا۔ کہ صحیح صحیح بتاؤ۔ بات کیا ہے۔ تو کہنے لگا۔ دو بلیاں لڑ رہی تھیں۔

جس رنگ میں ہم نے خبر سُنی تھی۔ ہر تحقیق کے بعد اس میں کمی آتی گئی۔ مگر جن لوگوں نے یہ سب جھوٹ بولا تھا۔ انہیں کوئی بازپرس نہ ہُوئی۔ اور اخباری لحاظ سے یہ خبر اب تک قائم ہے۔ اور ایک بُرا نشان سلسلہ کے نام پر

ایک بدنما دھبّہ

ہم نہیں جانتے۔ کہ یہ خبر ایسوسی ایٹڈ پریس میں کس نے شائع کرائی مجسٹریٹ علاقہ نے یا ڈپٹی کمشنر نے۔ یا سپرنٹنڈنٹ پولیس نے۔ بے شک ہم بھی دریافت کر سکتے تھے۔ کہ یہ بات کس نے بنائی اور پھیلائی۔ لیکن اگر ہم ایسا کرتے۔ تو جھٹ رپورٹ کر دی جاتی۔ کہ سرکاری آدمیوں کے کام میں دست اندازی کی جاتی ہے۔ اس کے متعلق حکومت ہی پتہ لگا سکتی تھی۔ اور معلوم کر سکتی تھی۔ کہ

کس نے جھوٹ بولا

اور ایسوسی ایٹڈ پریس کو کس نے یہ خبر مہیا کی۔ مگر باوجود ہمارے بار بار کہنے کے توجہ نہیں کی جاتی۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ ایسے افسر ہیں۔ جو ہم سے دُشمنی رکھتے ہیں۔ اور وُہ حکومت کے بھی وفادار نہیں ہیں۔ اور وُہ اس قسم کی تحقیق سے حکام بالا کو باز رکھتے ہیں۔

غرض ہمارے خلاف ایسی کارروائیاں کرائی جا رہی ہیں جو سخت اشتعال دلانے والی اور فتنہ کی انگیخت کرنے والی ہیں جن اسوقت انکی تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا۔ بعض کے متعلق تو میں پہلے خطبات میں بیان کر چکا ہوں۔ اور بعض کے متعلق جو شکوہ تھا۔ اسکی نسبت میں نے لکھ دیا ہے۔ کہ حکومت سے تبادلہ ہو گیا ہے۔ مگر اعلےٰ احکام سے اتر کر جو نچلا طبقہ ہے۔ وُہ جو حرکات کرتا رہا ہے وُہ اب جا رہی ہیں۔ اور احراریوں کو انکی وجہ سے

زیادہ سے زیادہ شرارت کرنے کی جرأت

مل رہی ہے۔ حکومت کا فرض ہے۔ کہ تحقیقات کر کے ایسے افسروں کو سزا دے۔ اور اس کا فرض ہے کہ شرارت اور فتنہ پھیلانے والوں کی شرارتوں کا انسداد کرے ہمیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خصّی کر دیا ہے۔ مگر ساری دُنیا تو خصّی نہیں۔ ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو حکومت سے مقابلہ کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں اس وقت حکومت کو ہماری مدد کی ضرورت ہوگی۔ ہم خواہ اسوقت اسکی مدد کریں لیکن حکومت کو اخلاقی طور پر اس وقت کس قدر شرمندگی اٹھانی پڑیگی۔ کہ جن کی عزتوں پر حملہ ہوتا دیکھ کر ہم خاموش رہے تھے آج انہی

کی مدد کے طالب ہونا پڑا۔ پھر کہا جاتا ہے۔ کہ احمدی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ ادھر اخباروں میں شائع کرتے ہیں۔ کہ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرے۔ اس کا قتل کرنا جائز ہے۔ مطلب یہ کہ

احمدیوں کو قتل کرنا

جائز ہے۔ اور عوام کو چاہیئے۔ کہ احمدیوں کو قتل کریں۔ حالانکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک ہم نہیں کرتے بلکہ وہ خود کرتے ہیں۔ وہ کسی منصف کو بٹھا کر فیصلہ کرا لیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک وہ کرتے ہیں یا ہم۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو کہتے ہیں ؎

بعد از خدا بعشقِ محمد مخمرم ؛ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یعنی خدا تعالےٰ کے بعد

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عشق سے

میں مخمور ہوں۔ اس کا نام اگر کفر ہے۔ تو خدا کی قسم میں سخت کافر ہوں۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ مگر کہا یہ جاتا ہے۔ کہ ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ پھر باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بروز تھے۔ اور آپ کے حلیہ میں آئے۔ آپ کا ادب آپ کے دل میں اس قدر تھا۔ کہ آپ کی آل و اولاد کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ ان کے لئے جان قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شاگردی کے تعلق سے آپ کی اولاد کا اس درجہ پاس کرتے تھے ؛

غرض رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو عزت ہمارے دل میں ہے۔ اسے مدنظر رکھتے ہوئے ہم تسلیم ہی نہیں کر سکتے کہ کسی اور کے دل میں اس سے بڑھ کر

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت

ہو سکتی ہے۔ پھر وہ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت بچانے اور آپ کی توقیر قائم کرنے کے لئے آگے ہم آتے ہیں۔ یا وہ۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دوسرے مذاہب کے بدزبان لوگ گالیاں دیتے ہیں۔ تو کون ان گالیوں کو دور کرنے کے لئے اٹھتا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں

دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ پھر انگلستان۔ افریقہ۔ امریکہ اور دوسرے ممالک میں ہم جاتے ہیں۔ تاکہ وہاں کے لوگوں کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں داخل کریں یا وہ عجیب بات ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت تو ان کو ہو۔ لیکن آپ کی شان میں بدزبانی کرنے والوں کی حرکات سے درد ہمارے دلوں میں پیدا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے نمونہ سے بتا دیا

ہے۔ کہ آپ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق کتنی غیرت رکھتے تھے۔ آپ ایک دفعہ لاہور تشریف لے گئے۔ لیکھرام جو مشہور آریہ تھا۔ آپ سے ملنے کے لئے آیا۔ اور اس نے آ کر سلام کہا۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر اس نے سلام کیا۔ پھر بھی آپ نے جواب نہ دیا۔ تیسری دفعہ اس نے سلام کیا۔ پھر بھی آپ نے توجہ نہ کی۔ اس پر کسی نے آپ سے کہا۔ پنڈت لیکھرام سلام کہتے ہیں۔ اس پر آپ نے نہایت غصہ سے کہا۔ اسے شرم نہیں آتی۔ میرے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے۔ اور مجھے سلام کرتا ہے۔ ہم پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک کرنے کا الزام لگانے والوں میں سے کتنے ہیں۔ جو ایسا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ان میں سے کئی ایسے ہیں۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے شدید مخالفوں کی دعوتیں کھا لیتے۔ اور انہیں اپنے گھروں میں عزت سے بٹھاتے ہیں۔ اور اس وقت بھی وہ ہماری دشمنی کی وجہ سے ان کی خوشامدیں کر رہے ہیں ؛

غرض ہم اپنی جانیں دے کر اور اپنے مال قربان کر کے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت بچا رہے ہیں۔ مگر انہوں نے کیا کیا ہے۔ یہی نہ کہ کچھ ہندو مار ڈالے۔ اور اس طرح

اسلام کو بدنام کر دیا

یہ اسلام کو دنیا کی نظروں میں بدنام کرنے والے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دنیا کو متنفر کرنے والے تو آپ کے خیر خواہ۔ لیکن لاکھوں روپیہ

اسلام کی اشاعت کیلئے خرچ کرنیوالی

اور ہزاروں آدمیوں کے ذریعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوبیاں دنیا میں پیش کرنے والی جماعت آپ کی دشمن ہو گئی۔ ہم نہ صرف ہندوستان میں بلکہ یورپ۔ افریقہ اور امریکہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دینے والوں کو مسلمان بنا رہے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا ایک نومسلم نے مجھے لکھا۔ کہ میں پہلے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ مگر اب آپ کے مبلغ کے ذریعہ مجھ پر یہ اثر ہوا ہے۔ کہ میں اس وقت تک نہیں سوتا۔ جب تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیج لوں۔ کیا یہی وہ ہتک ہے۔ جو ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کر رہے ہیں ؛

پھر ہم پر یہ بھی الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ ہم

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی دادیوں اور نانیوں کی ہتک

کرتے ہیں۔ مگر اس الزام کے لگانے والوں کو یہ بھول جاتا ہے کہ وہ ایک حدیث پیش کیا کرتے ہیں۔ کہ کوئی مولود نہیں خواہ مرد ہو خواہ عورت جسے شیطان نے نہ چھوا ہو۔ سوائے حضرت عیسےٰ اور ان کی ماں کے اور کیا ان کے اس حدیث کو پیش کرنے کے یہ معنی نہیں ہوتے۔ کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ اور والد اور خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس طرح حملہ کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت اسحاقؑ۔ اور دوسرے انبیاء کو بھی انہی میں شامل کر رہے ہیں۔ جن کو شیطان نے چھوا۔ یہ لوگ منبروں پر چڑھ کر یہ کہتے ہوئے تو ذرا نہیں شرماتے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باپ دادے۔ اور آپ کی دادیاں نانیاں سب کو شیطان نے چھوا۔ مگر جب مسیحی لوگ ان کی ان باتوں سے فائدہ اٹھا کر حضرت مسیحؑ کی نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فضیلت ثابت کرتے ہیں ہم اس کے خلاف کہتے۔ اور ان باتوں کا انکار کرتے ہیں۔ تو ہم پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ ہم حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی دادیوں اور نانیوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ یہ ہے ان کی غیرت کا حال ؛

پھر وہ

امہات المومنینؓ کو گالیاں

دیتے ہیں۔ اور آیت ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما کے یہ معنی کرتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں سے کہا گیا ہے۔ تمہیں توبہ کرنی چاہیئے تمہارے دل گندے ہو چکے ہیں۔ ان کی تفسیروں میں لکھا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے دل گندے ہو گئے تھے۔ لیکن ہم لوگ ان معنوں کے منکر ہیں۔ ہمارے نزدیک امہات المومنینؓ پاکباز پاک شعار اور تقوےٰ کی اعلیٰ راہوں پر چلنے والی ہماری مقدس مائیں تھیں۔ اور اس آیت کا یہ مطلب ہے۔ کہ اے ہمارے پیغمبر کی بیویو اگر تم اللہ تعالیٰ کی طرف جھکو۔ تو یہ فعل تمہارے مقام کے عین شایان شان ہے۔ کیونکہ تمہارے دل تو پہلے سے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف جھک رہے ہیں۔ مگر باوجود اس کے یہ لوگ ہمارے متعلق کہتے ہیں۔ کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں

پھر

کوئی نبی نہیں

جس کی انہوں نے ہتک نہ کی ہو۔ ہر ایک کے خلاف ایسے ایسے گندے الزامات ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔ جنہیں کوئی شریف انسان سن بھی نہیں سکتا۔ اگر ہمارے خلاف ان کا یہی طریق عمل جاری رہا۔ اور ہمیں ان کے لٹریچر کو شائع کرنا پڑا تو پھر گورنمنٹ کہے گی شائع نہ کرو۔ اس سے فساد ہوتا ہے لیکن وہ ان لوگوں کو الزام لگانے سے نہیں روکتی۔

پھر قادیان میں

منافق بنائے جاتے ہیں

اور بعض سرکاری افسران کو اپنے ساتھ لئے لئے پھرتے ہیں یا کسی کو انفارمر بنایا جاتا ہے۔ کسی کی کرسی نشینی کی سفارش کی جاتی ہے گویا افسر چاہتے ہیں۔ کہ ہم میں تفرقہ پیدا کرکے تماشہ دیکھیں۔ ہمارے لاہور کے غیر مبایع دوست کہا کرتے ہیں۔ قادیان میں کہاں منافق ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ احمدیوں کی وہاں حکومت نہیں۔ مگر وہ یہوداا سکریوطی کو بھول جاتے ہیں۔ جب حضرت مسیح علیہ السلام آئے۔ اس وقت ان کے پاس کہاں حکومت تھی۔ مگر اس وقت بھی منافق تھے۔ غرض

سارے ہندوستان میں ہمارے خلاف آگ لگی ہوئی ہے

فتنہ پردازوں کی چونکہ نواب اور رئیس مدد کرتے ہیں۔ اس لئے انہیں جرأت ہو رہی ہے۔ پھر کچھ اس لئے عام مسلمانوں سے ان کو مدد مل جاتی ہے۔ کہ ہمارے خلاف لوگوں میں وہ یہ غلط بیانی کرتے ہیں۔ کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ اور وہ اس ہتک کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں۔ غرض ہر جگہ ہمارے خلاف بڑا جوش پایا جاتا ہے۔ ہماری جماعت کے بعض دوست اس جوش کو دیکھ کر یہ کہتے ہیں۔ کہ

اخبار "زمیندار" اور "احسان"

نے فلاں غلط بیانی اور فتنہ پردازی کی۔ اس لئے جوش پیدا ہوا۔ یا یہ کہ فلاں بات پیدا ہوئی۔ اس لئے لوگ مشتعل ہو رہے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔ اور آج میں اس مخالفت اور اس

مخالفانہ جوش وخروش کا سبب

بتانا چاہتا ہوں۔ ظاہری اسباب کو دیکھ کر یہ کہنا کہ مخالفت ان کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ ایسی ہی بات ہے۔ جیسے کوئی نادان قلم ہلتا دیکھ کر سمجھے کہ قلم لکھ رہا ہے۔ حالانکہ قلم کو ہلانے والا ہاتھ ہوتا ہے۔ ہاتھ کو ہلانے والا بازو ہوتا ہے۔ اور بازو کو ہلانے والا دماغ ہوتا ہے۔ اور دماغ کو قوت ارادی ہلا رہی ہوتی ہے یہی حال یہاں ہے۔ اس مخالفت کی وجہ اور ہی ہے۔

دراصل

نبیوں کی بعثت کی غرض

جماعت بنانا نہیں ہوتی۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چونکہ جماعت بنادی ہے۔ اس لئے وہ کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن اگر انبیا کی غرض جماعت بنانا ہی ہو۔ تو ہر نبی کوئی نئی بنائی جماعت ہی لے لیتا۔ پھر جماعتیں تو دنیا کے لیڈر بھی بنا لیتے ہیں۔

بعض لوگ انبیا کی بعثت کی غرض

فتح پانا اور غالب ہونا

سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ بھی کوئی ایسی چیز نہیں۔ یہ اپنی کوشش سے بھی لوگوں کو حاصل ہو جاتی ہے۔ جاپانیوں اور انگریزوں کے لئے کونسا نبی آیا۔ کہ انہوں نے اتنی ترقی کی۔ ہم بھی اگر بادشاہ بن جائیں اور دنیاوی ترقی حاصل کریں۔ تو ہم کون سے تیس مار خاں بن جائیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت تلوار کے ذریعہ قائم نہ ہوئی تھی۔

ایک یوروپین

مصنف لکھتا ہے۔ کہ لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تلوار چلائی۔ اور تلوار کے ذریعہ اسلام پھیلایا مگر سوال یہ ہے۔ کہ ان کو تلوار چلانے والے کہاں سے حاصل ہوئے۔ بات یہ ہے۔ کہ روحانی جماعتوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے فتح حاصل ہوتی ہے۔ نہ کہ اپنی طاقت سے پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ

انبیاء جماعت کیوں بناتے ہیں

اصل بات یہ ہے۔ کہ انبیا دنیا میں جماعت نہیں۔ بلکہ پاک اور مقدس جماعت بنانے کے لئے آتے ہیں۔ اور تقدس جو ہوا کرتا ہے۔ وہ آسمان سے نہیں اترا کرتا۔ الہام اور وحی آسمان سے اترتی ہے۔ اور نبوت بھی آسمان سے اترتی ہے۔ مگر

تقدس آسمان سے نہیں اترتا

اور نہ بازاروں سے مل سکتا ہے۔ یعنی چندے دینے سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو موجودہ زمانہ میں راک فیلر اور کارنیگی وغیرہ سب سے زیادہ تقدس رکھتے۔ کیونکہ انہوں نے کروڑوں روپے رفاہ عام کے لئے خرچ کئے۔ ایک شخص کے متعلق چھپا تھا۔ کہ اس نے

ایک ارب سے زیادہ روپیہ

اپنی زندگی میں بطور صدقہ دیا۔ بعض ایسے بھی لوگ ہوئے ہیں یا جنہوں نے اپنا سب کچھ صدقہ میں دے دیا۔ اور جب مرے تو پیچھے کوڑی بھی باقی نہ تھی۔ اگر روپیہ سے تقدس مل سکتا۔ تو یہ لوگ سب سے بڑے مقدس ہوتے۔ پھر تقدس کہاں سے آتا ہے۔ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے۔

تقدس دو طرح سے آتا ہے

پہلے عارضی طور پر اس وقت آتا ہے۔ جب کوئی شخص خدا کے رسول یا اس کے خلیفہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرتا ہے۔ جیسے بیاہ شادیوں میں گلاب پاشی کی جاتی ہے! اسی طرح بیعت کرنے والے پر خدا کے فرشتے تقدس چھڑکتے ہیں۔ مگر جس طرح باہر کی خوشبو خواہ کتنی قیمتی ہو۔ (سنا ہے شاہی زمانوں میں ہزار ہزار [illegible] کا عطر بھی ہوا کرتا تھا۔) وہ ساری عمر نہیں رہتی۔ [illegible] باہر کا تقدس بھی ہمیشہ نہیں رہتا۔ ہمیشہ رہنے والا تقدس اندر کا ہی ہوتا ہے۔ ہزار روپیہ

تولہ والا عطر کچھ عرصہ کے بعد اڑ جاتا ہے۔ مگر پاس روپیہ کی کستوری کی خوشبو قائم رہتی ہے۔ تو

اندرونی خوشبو

قائم رہتی ہے۔ اور بیرونی عارضی ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص خدا تعالیٰ کے نبی یا اس کے خلیفہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس خوشی کے موقع پر

تقدس کا پانی

اس پر چھڑکتے ہیں۔ تاکہ اس کے ناک کو تقدس کی خوشبو سے آشنائی حاصل ہو جائے۔ اور وہ دھوکہ نہ کھائے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتا ہے۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم (فتح ع۱) یقیناً وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں۔ وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کو لگتا۔ اللہ تعالیٰ چونکہ قدوس ہے۔ اس لئے جب قدوس کا ہاتھ بیعت کرنے والے کو لگتا ہے۔ تو اسے تقدس کی خوشبو آنے لگ جاتی ہے۔ یہ

عارضی تقدس

اس وقت ملتا ہے۔ جب کوئی شخص بیعت میں داخل ہوتا ہے اس وقت وہ الوہیت کا جامہ پہن لیتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی صفات کے آثار اسے نظر آنے لگ جاتے ہیں۔ مگر یہ نمونہ ہوتا ہے اسے آگاہ کرکے خوشخبری دینے کے لئے۔ اس کے بعد اگر وہ اپنے اندر تقدس نہ پیدا کرے گا۔ تو بیرونی تقدس اڑ جائے گا۔

جب کسی شخص سے تقدس کی خوشبو آنے لگتی ہے۔ تو جس طرح کئی

شکاری کتے

ہوتے ہیں۔ انہیں اگر کسی چور کے کپڑے کی خوشبو سنگھا کر چھوڑ دیا جائے۔ تو وہ دس بیس بلکہ سو میل تک بھی پیچھے جاکر اسے پکڑ لیتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حکومت میں بھی ایک شکاری کتا ہے جسے تقدس کی خوشبو سے دشمنی ہے۔ اور جس میں اسے یہ خوشبو آئے۔ اس پر دیوانہ وار حملہ کرتا ہے۔ اس کا نام

شیطان

ہے۔ جہاں اسے تقدس کی خوشبو آئے گی۔ وہاں دوڑ کر جائیگا اور کوشش کرے گا۔ کہ جس سے خوشبو آتی ہے۔ اسے چیر ڈالے۔ جب خدا کا ہاتھ کسی کے ہاتھ پر نبی یا خلیفہ کے ذریعہ رکھا جاتا ہے۔ تو ادھر تقدس کی خوشبو پیدا ہوتی ہے۔ اور ادھر شیطان حملہ کر دیتا ہے پہلے آدم نے جب خدا تعالیٰ سے تقدس کی خوشبو پائی۔ تو اس سے شیطان نے سونگھی۔ اب جہاں وہ خوشبو پاتا ہے۔ ادھر دوڑ پڑتا ہے۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پیچھے دوڑا۔

پھر حضرت نوح علیہ السلام آئے۔ اور انہوں نے خوشبو پائی تو ان کے پیچھے دوڑا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے۔ اور ان کے ذریعہ یہ خوشبو پھیلی۔ تو ان کے پیچھے دوڑ پڑا۔ پھر حضرت کرشن جی۔ حضرت رام چندر جی۔ حضرت زرتشت۔ حضرت عیسےٰ۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے۔ تو ان کے پیچھے دوڑا۔ اگر ان سب میں

ایک ہی قسم کی خوشبو

نہ ہوتی۔ تو ان پر شیطان کا حملہ بھی ایک ہی رنگ میں نہ ہوتا چونکہ ان کی خوشبو ایک ہی طرح کی تھی۔ اور وہ الوہیت کی خوشبو تھی۔ اس لئے شیطان نے ان کے زمانوں میں حملہ بھی ایک ہی رنگ میں کیا۔ اب وہی کتا ہمارے پیچھے دوڑ پڑا ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ خدا تعالےٰ کے تقدس کی خوشبو ہم میں پیدا ہو چکی ہے اس لئے شیطان سے تعلق رکھنے والے اس خوشبو کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اور جس طرح شکاری کتا بو کے پیچھے دوڑتا ہے اسی طرح وہ ہمارے پیچھے دوڑتے اور ہمیں بلا قصور اور بغیر گناہ کے قتل کرنا اور تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وقلنا اھبطوا بعضکم لبعض عدو ولکم فی الارض مستقر ومتاع الیٰ حین۔ یعنی اے آدم کی اولاد جاؤ۔ تم جہاں بھی جاؤ گے شیطان تمہارے پیچھے لگا رہے گا۔

پس جب کوئی آدم بننے کی کوشش کرتا ہے۔ تو شیطان اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنیٰ القی الشیطٰن فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطٰن ثم یحکم اللہ اٰیاتہ واللہ علیم حکیم۔ لیجعل ما یلقی الشیطٰن فتنۃ للذین فی قلوبھم مرض والقاسیۃ قلوبھم وان الظٰلمین لفی شقاق بعید (حج ع ۱۴)

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تم سے پہلے کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں بھیجا۔ کہ جب اس نے ارادہ کیا۔ اور سکیم بنائی۔ تو شیطان نے اس کے رستہ میں روکیں نہ پیدا کرنی شروع کر دی ہوں۔ ہاں اللہ تعالیٰ بھی جد و جہد کے بعد شیطان کی روکوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور ان باتوں کو قائم کر دیتا ہے۔ جو اس کی طرف سے ہوتی ہیں۔ اللہ بڑا جاننے والا اور بڑا حکمت والا ہے۔ اللہ کیوں ایسا کرتا ہے اس لئے کہ نبی مقدس جماعت بنائے۔ جب شیطان روکیں پیدا کرتا ہے۔ تو جن کے دلوں میں بدی ہوتی ہے۔ اور جن کے قلوب سخت ہوتے ہیں۔ وہ اس کی بات مان لیتے ہیں۔ اور یا وجہ مومنوں پر ظلم کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور ایسے ظالم دور کی گمراہی میں پڑے ہیں *

پس اللہ تعالیٰ نے یہ قانون بنایا ہے۔ کہ

جب کوئی نبی آتا ہے

اور وہ لوگوں کی اصلاح کی تجاویز کرتا ہے۔ تو شیطان روکیں ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ تاکہ مومنوں اور منافقوں کو الگ الگ کر دے *

وہ جو ہمیں کہتے ہیں۔ کہ ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اور دوسرے انبیاء کی ہتک کرتے ہیں۔ اگر انہی آیات کو لے لیا جائے۔ تو وہ ان کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں۔ کہ

شیطان نے سب انبیاء پر تصرف کیا

حتیٰ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی اس نے تصرف کر لیا تھا۔ اور آپ کی زبان پر بتوں کی تعریف جاری کر دی تھی۔ حالانکہ خدا تعالےٰ نے تبایا ہے۔ کہ رسول کی تمنا یہ ہوتی ہے۔ کہ لوگ سچے مومن اور مقدس انسان بن جائیں۔ اور شیطان کی کوشش یہ ہوتی ہے۔ کہ مقدس نہ بنیں۔ وہ ان کے پیچھے دوڑتا ہے۔ کہ ان کو مقدس بننے سے پہلے ہی چیر پھاڑ دے کیونکہ خدا تعالےٰ نے تبایا ہے۔ کہ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان یعنی

خدا کے بندہ پر شیطان کا تصرف نہیں ہو سکتا

شیطان کوشش کرتا ہے۔ کہ خدا کا بندہ بننے سے پہلے پہلے تصرف جمالے۔ اس طرح دوڑ شروع ہو جاتی ہے۔ تب جو کمزور ہوتے ہیں۔ وہ شیطان کے قبضہ میں آجاتے ہیں۔ اور جو طاقت رکھتے ہیں۔ وہ خدا کی مقدس جماعت میں شامل ہو جاتے ہیں *

پس

انبیاء کی جماعتوں کے مقابلہ میں فتنے

اس لئے کھڑے کئے جاتے ہیں۔ کہ کمزور ظاہر کر دیئے جائیں پہلے تو وہ بھی تھوڑی دیر دوڑتے ہیں۔ مگر پھر سمجھتے ہیں۔ ہمارا اتر کوئی نقصان نہیں۔ ہمیں تو شیطان کے چیلے کچھ نہ کہیں گے۔ اس طرح وہ مقدس جماعت سے گرنے جاتے ہیں۔ اور جماعت صاف ہوتی جاتی ہے *

در اصل گرنے والے وہی ہوتے ہیں۔ جن کے اندر تقدس پیدا ہی نہیں ہوا ہوتا۔ ورنہ جس میں تقدس پیدا ہو جائے۔ وہ کبھی

شیطانی لوگوں کے تصرف میں

نہیں آسکتا۔ اور ان میں شامل نہیں ہو سکتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ اگر میں نے اپنے آپ کو شیطان کے آگے ڈال دیا۔ تو اسے میرے جسم سے تقدس کی خوشبو آجائے گی۔ اور وہ مجھے پہچان لے گا۔ اور پھاڑ کر پھینک دے گا۔ اسکی مثال ایسی ہی ہے۔ کہ لاہور کے حال کے الیکشن میں ایک الیکشن افسر کے سامنے جو ہماری جماعت سے تعلق رکھتا تھا۔ ایک آدمی ووٹ دینے کے لئے پیش ہوا۔ یہ الیکشن ہندوؤں کا تھا۔ اور ووٹ دینے والا شخص شکل و شباہت سے مسلمان معلوم ہوتا تھا۔ مگر ہندو کی طرف سے ہندو بن کر ووٹ دینے آیا تھا۔ اس احمدی افسر نے اسے ڈانٹا۔ کہ تو مسلمان ہو کر ووٹ دینے آیا ہے۔ تو اس نے گھبرا کر کہا۔ قرآن کی قسم میں مسلمان نہیں۔ ہندو ہوں۔ اس طرح وہ ظاہر ہو گیا۔ تو جس میں تقدس آجاتا ہے اس کا تقدس ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ شیطان اس کے پیچھے لگا ہوتا ہے۔ وہ آگے دوڑتا جاتا ہے۔ اور اسے خدا تعالےٰ پر بھروسہ ہوتا ہے۔ کہ وہ شیطان سے نہیں پکڑا جائیگا۔ اور مصیبت کتنی ہی لمبی ہوتی جائے۔ اسکی روح مضبوط ہوتی جاتی ہے۔ خواہ جسم کمزوری محسوس کرے۔ جیسے حضرت مسیح علیہ السلام نے مصیبت کے وقت اپنے حواریوں سے کہا۔ آؤ میرے ساتھ دعا کرو۔ مگر وہ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بھی ان کے ساتھ دعا نہ کر سکے۔ اس وقت کی

حضرت مسیح علیہ السلام کی دعا

کے الفاظ کتنے دردناک ہیں کہتے ہیں۔ میری روح تو مستعد ہے لیکن جسم کمزور ہے۔ یعنی روح تو صلیب پر لٹکنے کے لئے تیار ہے۔ لیکن جسم چاہتا ہے کہ یہ پیالہ ٹل جائے۔ یہی مومن کی حالت ہوتی ہے۔ ایک طرف تو وہ رضا بالقضا ہوتا ہے۔ کہ جو ہونا ہے ہو جائے۔ مگر اس کا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ اگر یہ مصیبت ٹل جائے۔ تو اچھا ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ اسکو نہیں چھوڑتا۔ جب تک مومن ہر قسم کے ابتلاء میں سے نہ گزرے۔ چنانچہ فرماتا ہے ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم الباساء والضراء وزلزلوا حتیٰ یقول الرسول والذین اٰمنوا معہ متیٰ نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب۔ اے مومنو! اے مامور کی جماعت! کبھی یہ مت خیال کرو کہ

بغیر مصیبتیں اٹھائے

تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ تم جنت کے پاس پہونچ جاؤ گے۔ اور اس میں داخل ہو جاؤ گے۔ حالانکہ ابھی تمہاری وہ حالت نہیں ہوئی۔ جو پہلے انبیاء کی جماعتوں کی ہوئی۔ کیا تمہاری مصیبتیں اس حد تک پہنچ چکی ہیں۔ جو پہلے انبیاء کی جماعتوں کو پہنچیں۔ ان کو مالی بھی۔ اور جسمانی بھی مصیبتیں پہونچیں۔ اور چاروں طرف سے انہیں خوب جھنجھوڑا گیا۔ جس طرح چاول کو برتن میں ڈال کر ہلایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھ والے پکار اٹھے۔ کہ متیٰ نصر اللہ۔ اے خدا

ہماری مصیبتیں انتہا کو پہونچ گئیں۔ رسول نے

تیری نصرت کہاں ہے

جب یہ وقت آجائے۔ ساری مصیبتیں آجائیں۔ پاؤں لڑکھڑا نے لگیں۔ دشمن اپنے سارے حربے استعمال کر چکے۔ جسم آگے چلنے سے انکار کر دیں۔ دشمن کے گتے لیتے تمام اخلاق کو بالائے طاق رکھ کر ظلم کرنے والے لوگ اپنے قریب پہونچتے ہوئے نظر آئیں۔ جسم بالکل جواب دے بیٹھے۔ تو بے اختیار دل سے نکلتا ہے

اے خدا تو کہاں ہے

اس وقت خدا تعالٰے کہتا ہے۔ الا ان نصر اللہ قریب گھبراؤ نہیں۔ میں یہ تمہارے قریب ہی ہوں۔ تب سنت اللہ یہ ہے۔ کہ جنگل بیابان میں جہاں پانی کا بھی نشان نظر نہیں آتا۔ جنت بنا کر مومنوں کے پاس رکھ دی جاتی ہے جگہ کے لحاظ سے نہیں۔ بلکہ حقیقت کے لحاظ سے۔ چنانچہ آتا ہے۔ واذا الجنة ازلفت۔ کہ

مومن کے پاس جنت لائی جاتی ہے

مومن کو وہاں نہیں لے جایا جاتا۔ جب مصائب انتہا کو پہونچ جائیں۔ تو پھر چلنے کی طاقت نہیں ہوتی۔ کہ مومن چلکر جنت میں جا سکے۔ اس لئے جنت مومن کے پاس لائی جاتی ہے۔ وہ جن کے دل میں آخر تک کسی قسم کی بدظنی نہیں آتی۔ وہ جو خدا تعالٰے کے وعدوں پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ جو دین کے لئے ہر ایک قربانی کرنا اپنے اوپر خدا تعالٰے کا احسان سمجھتے ہیں۔ خدا تعالٰے ان کو جنت کے دروازہ پر کھڑا کر دیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ اے میرے بندے! اب تو میرے سچے بندوں میں شامل ہو جا۔ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

پس وہ بے کس۔ اور بے بس انسان جو مصائب کا مقابلہ کر کر کے تھک جاتا ہے۔ جس کا جسم چور چور ہو جاتا ہے۔ اور جو خدا تعالٰے کے آگے گر جاتا ہے۔ اس کے لئے

خدا تعالٰے جنت سمیت

سامنے آکھڑا ہوتا ہے۔ اور اسے کہتا ہے۔ یا ایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضية فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ کہ اے وہ جو نفس مطمئنہ تھا۔ یعنی جو مصائب اور مشکلات میں [illegible] ہونے پر بھی خوب مضبوط تھا۔ مطمئن کے معنی ہیں۔ وہ جو ہلتا نہیں۔ پہلے بتایا تھا۔ کہ مومن کو ہلایا جاتا ہے۔ اب فرماتا ہے۔ شیطان کی ذریت نے سارا زور لگایا۔ کہ تجھے ہلائے۔ مگر تو اپنی جگہ پر قائم رہا۔ دنیا نے تیری قدر نہ کی۔ مگر تیرا پیدا کرنے والا رب تجھے نہیں چھوڑے گا۔ تو اپنے رب کی طرف آجا۔ تیرے رب نے اتنی مصیبتوں اور مشکلات کے ذریعہ تیرا امتحان لیا۔ اور تو پھر بھی خوش ہی رہا۔ جب تو اس حالت میں بھی آنا خوش رہا۔ تو جو کوتاہیاں تجھ سے ہوئی ہیں۔ میں بھی ان کی وجہ سے ناراض نہیں۔ بلکہ تجھ پر خوش ہوں فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ پس اے میرے بندے تو نے شیطان سے بہت دکھ اٹھائے۔ اور میرا وعدہ تھا۔ کہ ان عبادی لیس لك علیهم سلطان۔ جب کوئی میرا بندہ بن جاتا ہے تو پھر شیطان اس پر قبضہ نہیں کر سکتا۔ آج میں تجھے اپنے بندوں میں داخل کرتا ہوں۔ اور جب تو میرا بندہ بن گیا۔ تو یہ میری جنت تیری جنت ہو گئی۔

پس فرمایا۔ کہ جب جنت مل جائے۔ خواہ اس دنیا میں خواہ اگلی دنیا میں۔ پھر انسان

شیطان کے حملہ سے محفوظ

ہو جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے۔ حضرت آدم کو جب جنت سے نکالا گیا تو شیطان نے کہا۔ رب فانظرنی الی یوم یبعثون۔ کہ آپ ان بندوں پر اعتبار کرتے ہیں مجھے یوم یبعثون تک موقعہ دیں۔ تاکہ میں ان کو گمراہ کرنے کی کوشش کروں۔ خدا تعالٰے نے فرمایا فانك من المنظرین۔ تمہیں ڈھیل ہے جاؤ۔ جو کچھ کر سکتے ہو۔ کرلو۔ لوگ کہتے ہیں۔ خدا تعالٰے نے

شیطان کو انسانوں کے پیچھے لگا دیا

مگر دیکھو شیطان ہی آکر مومن کو جنت تک پہونچا گیا۔ شیطان پیچھے لگا۔ تو مومن آگے بھاگا۔ اور بھاگتے بھاگتے خدا تعالٰے تک پہونچ گیا۔ اور خدا تعالٰے نے اسے کہدیا۔ یہ ہے جنت کا دروازہ۔ اس میں داخل ہو جاؤ۔ گویا وہی شیطان جس نے آدم کو جنت سے نکالا تھا۔ خدا تعالٰے نے ایسی تدبیر کی۔ کہ اسی کے ذریعہ بندوں کو جنت میں داخل کر دیا۔

پس معلوم ہوا۔ کہ تقدس گھر بیٹھے سیجوں پر نہیں ملتا۔ بلکہ کانٹوں پر لوٹنے۔ اور تلواروں کے نیچے گردن رکھنے سے ملتا ہے۔ اور یہ کانٹے شیطان بچھاتا۔ اور یہ تلواریں شیطان چلاتا ہے۔ شیطان حملہ کرتا ہے۔ تو

مومن جنت کی طرف دوڑتا ہے

اور جنت کے قریب ہوتا جاتا ہے حتے کہ اس میں داخل ہو جاتا ہے۔

پس یہ جو کچھ ہمارے خلاف ہو رہا ہے۔ یہ اخبار "زمیندار" "احسان" اور حکومت کے غدار افسر نہیں کر رہے۔ بلکہ خدا تعالٰے کی وہی سنت اپنا کام کر رہی ہے۔ جس کے متعلق آتا ہے۔ ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستهم الباساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین امنوا معه متی نصر اللہ۔ جب تم ان مصائب اور مشکلات میں سے گزرو گے۔ تب جنت میں داخل ہو سکو گے۔

مولوی عبد الکریم صاحب کا ایک لطیفہ

مجھے نہیں بھولتا۔ جو بیان خوب چسپاں ہوتا ہے۔ ایک صاحب جو اب بھی زندہ ہیں۔ اس وقت نو عمر لڑکے تھے۔ مسجد مبارک میں بیٹھے دعائیں کر رہے۔ اور رو رو کر کہہ رہے تھے۔ الہیٰ میرے گناہ معاف کر دے۔ مولوی صاحب گھر سے نکلے۔ تو ایسے جوش سے کہ اس وقت تو میں ڈر گیا تھا۔ مگر اب لطف آتا ہے کہنے لگے۔ دل چاہتا ہے۔ کہ اسے اٹھا کر نیچے پھینک دوں۔ اس نے کونسے گناہ کئے ہیں۔ جن کی معافی مانگ رہا ہے۔

ہماری جماعت کے جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ

مصیبتیں ٹل جائیں

وہ غور کریں۔ ابھی کونسی مصیبتیں آئی ہیں۔ جن کے ٹلنے کی خواہش رکھتے ہو۔ خدا تعالٰے نے بتا دیا ہے۔ کہ جب تک ویسی ہی مصیبتیں نہ آئیں۔ جیسی حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسےٰ علیہ السلام۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعتوں پر آئیں۔ اس وقت تک جنت میں داخل ہونے کی اہلیت نہیں پیدا ہو سکتی۔ لیکن کوئی ہے جو دیانت داری سے یہ کہہ سکے۔ کہ ویسی ہی مصیبتیں ہم پر آگئی ہیں۔ میں تو نہیں کہہ سکتا۔ اور کوئی ایک شخص بھی نہیں کہہ سکتا۔ صرف مصیبت کا آنا مراد نہیں۔ بلکہ ایسی مصیبتیں آئیں۔ جیسی پہلے انبیاء کی جماعتوں پر آئیں۔ جب وہ آئیں۔ اور انسان اپنے آپ کو مومن ثابت کرے تب جنت میں داخل ہوتا ہے۔ تو

شیطان ہمیں جنت کی طرف دھکیل رہا ہے

مگر افسوس یہ ہے۔ کہ آہستہ آہستہ دھکیل رہا ہے۔ اور جس طرح آہستہ آہستہ روئی دھنی جاتی ہے۔ اس طرح ہمیں دھنا جا رہا ہے۔ ہم مصائب مانگتے نہیں۔ مگر ان سے ڈر کر جھوٹی تدبیروں سے مصائب کو کم بھی نہیں کرنا چاہتے۔ مصائب کمزوروں کو چھانٹ کر الگ کرنے کے لئے آتی ہیں۔ اور یقین رکھو۔ کہ

آخر کار شیطنت ہی بھسم ہو گی۔

رہے کمزور۔ تو خدا تعالٰے فرماتا ہے۔ مصائب لائے ہی اس لئے جاتے ہیں۔ کہ کمزوروں کو الگ کر دیا جائے۔ پس کمزوروں کو الگ ہونے دو۔ ورنہ وہیں بیٹھے رہو گے۔ جہاں بیٹھے ہو۔ اور جنت میں داخل نہ ہو سکو گے۔ اور وہی بات ہو گی۔ جو ایک بزرگ نے اپنے شاگرد سے کہی تھی۔ انہوں نے اپنے شاگرد سے کہا۔ اب تم اپنے وطن جاتے ہو مگر یہ تو بتاؤ۔ کیا وہاں شیطان ہوتا ہے۔ شاگرد نے حیران ہو کر کہا۔ آپ یہ کیا پوچھتے ہیں۔

شیطان کو ہر جگہ ہوتا ہے۔

بزرگ نے کہا۔ اگر شیطان تم سے مقابلہ کرے۔ تو تم کیا کرو گے انہوں نے کہا۔ میں بھی شیطان کا مقابلہ کروں گا۔ بزرگ نے کہا۔ اگر شیطان نے پھر حملہ کیا۔ تو کیا کرو گے۔ انہوں نے کہا پھر مقابلہ کروں گا۔ بزرگ نے کہا۔ اگر اسی طرح تم ساری عمر شیطان سے لڑتے رہے۔ تو خدا تعالیٰ کے پاس کب جاؤ گے۔ انہوں نے کہا۔ پھر آپ ہی بتائیں مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ بزرگ نے کہا۔ اگر تم کسی دوست کے پاس جانا چاہو اور اس کا خونخوار کتا تمہیں جانے نہ دے۔ تو کیا کرو گے انہوں نے کہا کتے کو مار کر بھگانے کی کوشش کرونگا۔ بزرگ نے کہا۔ کتا پھر آ جائے تو۔ انہوں نے کہا کتے کے مالک کو آواز دوں گا۔ کہ اسے روکو۔ بزرگ نے کہا شیطان کے متعلق بھی یہی کرنا۔ خدا تعالیٰ سے کہنا اللہ میاں میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں۔ مگر شیطان آنے نہیں دیتا۔ اور رستہ روکے کھڑا ہے۔ آپ اس کتے کو باندھ دیں۔ پس وہ تدبیر کیا کرو۔ جو

شیطان پر غالب آنیکے لئے

ضروری ہیں۔ تاکہ بہشت کے اندر داخل ہو سکو۔ بعض لوگ غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے ایسی تدبیریں کرتے ہیں۔ جن میں کمزوروں کا تو لحاظ کیا جاتا ہے۔ مگر طاقتوروں کو آگے بڑھنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔

پھر اس وقت تک ہم نے جو قربانیاں کی ہیں۔ ان کے متعلق دیکھنا چاہیئے۔ کہ ان کی کیا حقیقت ہے۔ کیا اسی قسم کی قربانیاں ہمارے دشمن نہیں کر رہے۔ ہم اموال صرف کرتے ہیں۔ تو وہ بھی ہمارے خلاف جلسے کرتے ہیں۔ اور ان میں روپیہ پیسہ خرچ کرتے ہیں۔ ان کے اخبار کی ضمانت ضبط ہوتی ہے۔ تو وہ اور جمع کرا دیتے ہیں۔ گو ان چندہ دینے والوں میں سے اکثر بے خبر لوگ ہوتے ہیں اور شریر نہیں ہوتے۔ مگر بہرحال کچھ شریروں کی طرف سے اور کچھ بھولے بھالے فریب خوردہ لوگوں کی طرف سے رقوم جمع ہو جاتی ہیں۔ خدا تعالیٰ مومنوں کے متعلق فرماتا ہے۔ ان تکونوا تألمون فانہم یألمون کما تألمون و ترجون من اللہ ما لا یرجون وکان اللہ علیما حکیما (سورۃ نساء ع ۱۵) یعنی اگر تم کو دکھ اور تکلیف پہنچتی ہے۔ تو ان کو بھی پہنچتی ہے۔ مگر

مومن اور کافر کی قربانی میں ایک فرق

ہے۔ اور وہ یہ کہ کافر جو قربانی کرتا ہے۔ وہ عقلاً نفع بخش ہوتی ہے۔ زمیندار کی تین ہزار روپیہ کی ضمانت ضبط ہوتی ہے تو پانچ ہزار اسے آ جاتا ہے۔ اور دو ہزار نفع ہو جاتا ہے اگر کوئی گرفتار ہوتا ہے۔ تو اس میں بھی نفع میں رہتا ہے۔ پس کافر قربانی میں نفع اور فائدہ کا امیدوار ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہوتی ہے۔ جیسے کسان زمین میں غلہ پھینک رہا ہوتا ہے۔ لیکن مومن کی مثال یہ ہوتی ہے۔ کہ جیسے کوئی شخص سمندر میں غلہ پھینکے۔ لوگ اسے کہتے ہیں۔ کہ پاگل ہو گیا۔ علی گڑھ اور اسلامیہ کالج لاہور میں لوگ چندہ دیتے ہیں تاکہ شہرت ہو۔ مگر صدر انجمن احمدیہ کو چندہ دینے سے کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ لوگ گورنمنٹ کے خلاف تقریریں کرتے قید ہوتے ہیں۔ تو عوام میں عزت ہو جاتی ہے۔ لیکن ہماری جماعت کا اگر کوئی شخص ایسا کرے۔ تو ہم خود اسے ڈانٹیں گے

کابل میں ہمارے آدمی مارے گئے

تو محمود طرزی سے ملنے کے لئے میں نے سید ولی اللہ شاہ صاحب کو بھیجا۔ جب انہوں نے کہا۔ کہ حکومت کابل نے ہمارے آدمیوں کی حفاظت کا وعدہ کر کے ان کو مار دیا ہے۔ تو طرزی صاحب کہنے لگے۔ شکایت تو ہمیں ہونی چاہیئے۔ کہ دو تین آدمیوں کے مارے جانے پر ساری دنیا میں تم نے ہمیں بدنام کر دیا۔ غرض ہماری قربانیوں کو کسی کھاتے میں شمار نہیں کیا جاتا لیکن یاد رکھو۔ قربانی کرتے کرتے ایک وقت آ جاتا ہے جب مومن سمجھنے لگتے ہیں۔ کہ اب ہم تباہ ہونے لگے۔ جب یہ وقت آتا ہے تبھی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کی ایذا رسانیوں سے بچنے کے لئے مکہ اور مدینہ میں دعائیں نہ کرتے تھے۔ مگر ان کی قبولیت میں دیر ہوتی رہی۔ لیکن بدر کے موقع پر آپ نے جو دعا کی۔ وہ فوراً قبول ہو گئی۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طرف مسلمانوں کو دیکھا۔ اور دوسری طرف کفار کو۔ اور سمجھا اب ظاہری طاقت اور ظاہری سامان کے ذریعہ مسلمان بچ نہیں سکتے۔ اب مسلمانوں کی تباہی یقینی نظر آتی ہے۔ اس وقت آپ کے منہ سے دعا نکل گئی۔ اللھم ان اھلکت ھذہ العصابۃ فلن تعبد فی الارض ابدا۔ الٰہی اگر آج یہ

مسلمانوں کا چھوٹا سا گروہ

مارا گیا۔ تو پھر دنیا میں تیرا نام لینے والا کوئی باقی نہ رہے گا تب خدا تعالیٰ کی غیرت جوش میں آئی۔ اور وہ کفار جنہیں ۱۳-۱۴ سال کی شرارتوں اور متواتر لعنتوں کی سزا نہ ملی تھی۔ جھٹ پٹ مارے گئے۔ گویا ان کو مارنے کے لئے آسمان سے فرشتے اترے۔ یہی دعا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی الہام کی گئی ہے۔ جس سے یہ مراد ہے کہ

اے اللہ یہ بے کس جماعت ہے۔ اور یہی تیرا نام لینے والی ہے یہ اگر تباہ ہو گئی۔ تو اور کوئی تیرا نام لیوا نہ رہے گا۔ اس سے پتہ لگتا ہے۔ ایک زمانہ جماعت احمدیہ پر ایسا آنے والا ہے۔ جبکہ اس کی وہی حالت ہوگی۔ جو بدر میں مسلمانوں کی تھی۔ ہم بے ہتھیار ہوں گے۔ اور دشمن باہتھیار۔ ہم تھوڑے ہونگے۔ اور وہ بہت زیادہ۔ ہم بے کس و بے بس ہوں گے۔ اور دشمن کو ہر طرح کی شوکت میسر ہوگی۔ اس وقت

خدا تعالیٰ کا خاص نشان

ظاہر ہوگا۔ مگر اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہم اپنے آپ کو اس مقام پر پہنچا دیں۔ کہ ہمارے مٹنے سے خدا تعالیٰ کا نام لینے والے اور خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے والے مٹ جائیں گویا ہماری عبادتیں دوسروں کی عبادتوں سے بالکل ممتاز ہوں ہماری قربانیاں دوسروں کی قربانیوں سے ممتاز ہوں۔ ہمارے قلوب میں وہ اخلاص اور خدا تعالیٰ کے عشق کی وہ آگ ہو کہ اگر اسے بجھا دیا گیا۔ تو پھر دنیا میں وہ نہ مل سکے۔ یہ چیز اپنے اندر پیدا کرلو۔ اور پھر دیکھو خدا تعالیٰ تمہارے لئے کیا نشان دکھاتا ہے؟

اے دوستو اور اے عزیزو یاد رکھو۔

ابتلاء پر ابتلاء آئیں گے

مصیبت پر مصیبت آئے گی۔ تم جب تک چور چور ہو کر خدا تعالیٰ کے آگے اپنے آپ کو نہ ڈال دو۔ اور دشمن جب تک تمہیں کچلنے کے لئے سارا زور نہ لگا لے۔ اور اس کے مقابل میں تم ویسی ہی ثابت قدمی نہ دکھاؤ۔ جیسی پہلے انبیاء کی جماعتیں دکھاتی رہی ہیں۔ اس وقت تک تم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اور نہ یہ باتیں ٹل سکتی ہیں۔ جو تمہیں پیش آ رہی ہیں۔ یہ باتیں بڑھیں گی۔ اپنا سارا زور لگا کر دیکھ لو۔ حکومت کے آگے ناک رگڑ کر دیکھ لو۔ اگر اس کے پاس تم مخالفین کی گالیاں بھی لے کر جاؤ گے تو کبھی کہہ دیا جائے گا۔ یہ گالیاں نہیں۔ اور کبھی کہہ دیا جائے گا۔ تمہارے جیسے وسیع الاخلاق لوگ ایسی باتوں کی پرواہ نہیں کیا کرتے۔ غرض کچھ بھی نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا منشاء یہ ہے۔ کہ تم کو بیدار کیا جائے۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ حکام کو ان کا فرض یاد نہ دلاؤ۔ ہمارا ان پر حق ہے اور ہم ایسا ضرور کرتے رہیں گے۔ نہ میں یہ کہتا ہوں۔ کہ مخالفین کا مقابلہ نہ کرو۔ کیونکہ مشکلات کا مقابلہ کرنا شریعت کا حکم ہے میں صرف یہ کہتا ہوں۔ کہ یہ مشکلات بڑھتی ہی جائیں گی۔ جب تک تم وہ حالت نہ پیدا کرلو۔ جو میں نے بیان کی ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔

تین قسم کے لوگ

ہماری جماعت میں ہیں۔ ایک وہ جو مجھے خدا کا مامور اور مرسل

سمجھ کر ایمان لائے۔ دوسرے وہ جو اس لئے ایمان لائے کہ یہ ایک منظم جماعت ہے۔ وہ صدر انجمن سے تعلق رکھتے ہیں تیسرے وہ جو مولوی نورالدین صاحب سے حسن ظن رکھتے تھے اور ان کی وجہ سے جماعت میں داخل ہو گئے۔ پھر فرمایا نجات وہی پا سکتا ہے۔ جسے

ایمان عجائز

نصیب ہو یعنی سچا سمجھ کر وہ مانتا ہے۔ پھر خواہ جئے یا مرے۔ اس ایمان پر قائم رہتا ہے۔ اب تک بعض لوگ جماعت کو ان راہوں پر چلانا چاہتے ہیں۔ جن پر انجمن حمایت اسلام والے یا علی گڑھ یونیورسٹی والے چل رہے ہیں۔ کہ کچھ چندہ ادا کر دیں جلسے کر دیں۔ اور اپنا کام ختم سمجھ کر گھروں میں بیٹھ رہیں۔ مگر ایک منٹ کے لئے ہی غور کر کے دیکھ لو۔ کیا

کسی نبی کی جماعت

اس رنگ میں چلی ہے۔ جس رنگ میں اس وقت تک ہم چل رہے ہیں۔ میں اس سے اپنے آپ کو اور ہزاروں دوسرے احمدیوں کو مستثنے کرتا ہوں۔ مگر ہزاروں ایسے ہیں جو یہی سمجھتے ہیں۔ اور نئے تعلیم یافتہ طبقہ کا بیشتر حصہ ایسا ہے۔ جو کہتا ہے بیرونی ممالک میں مشن قائم کئے جاتے ہیں۔ کیا یہاں کام تھوڑا ہے۔ مگر کیا نبیوں کی قائم کردہ کوئی جماعت ایسی ہوئی ہے جو صرف اپنے گھر میں تنظیم کر کے کامیاب ہوئی ہو۔ نبیوں کے ماننے والے

پاگلوں اور مجنونوں کی طرح

دنیا میں پھیل گئے۔ اور ہر قسم کی مشکلات اور مصائب میں انہوں نے اپنے آپ کو ڈالدیا۔ اور اب بھی ایسا ہی کرنا ہو گا۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں پاگل بننا۔ پاگل کہلانا اور پاگلوں والے کام کرنا ہو گا۔ وہ تمام قربانیاں کرنی پڑیں گی۔ جو پہلوں نے کیں۔ اپنی جانوں کی کوئی حقیقت نہیں سمجھنی ہو گی۔ نہ اپنے مالوں کی۔ اپنے مالوں کو اسی طرح پھینکنا ہو گا۔ جس طرح سمندر میں کوئی چیز پھینکی جاتی ہے۔ اور بہت ممکن ہے۔ کہ ۱۰-۱۵ یا ۲۰ سال تک اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلے۔ کئی لوگ پوچھتے ہیں۔ فلاں کام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ اس کا وہی نتیجہ نکلے گا۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

چودہ سالہ مکہ کی زندگی

کا نکلا۔ اور جو دو سو سال حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے بعد کے زمانہ کا نکلا۔ صرف کسی کام کے شروع کر دینے سے نتیجہ نہیں نکلا کرتا۔ جب تک اپنی جون نہ بدل لو۔ اپنے اندر تقدس نہ پیدا کر لو۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت کا رنگ نہ پیدا کر لو۔ کامیابی نہ ہو گی

میری ان تحریکوں کے متعلق جو میں نے پچھلے دنوں کی ہیں بعض دوستوں نے لکھا ہے۔ ہم تو امید کرتے تھے۔ کہ آپ لاکھوں روپے اور لاکھوں والنٹیر مانگیں گے۔ مگر آپ نے

صرف ۲۷½ ہزار

روپیہ مانگا۔ اور چند آدمی مانگے۔ میں معترف ہوں ان دوستوں کے اخلاص اور ایثار کا۔ مگر میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ وسعت خیال میں انہوں نے مجھے شکست دیدی ہے۔ میں نے نہ ۲۷½ ہزار روپیہ مانگا ہے۔ اور نہ چند آدمی مانگے ہیں۔ بلکہ یہ تو ایسی ہی بات ہے۔ جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ فلاں مہمان کو کھانا کھلا دو۔ آسمانی جماعتیں لاکھوں کروڑوں انسانوں سے نہیں جیتا کرتیں اور نہ لاکھوں کروڑوں روپوں سے جیتتی ہیں۔ بلکہ پوری چیز سے جیتتی ہیں۔ اگر جماعت کے سو آدمی ہوں۔ اور سو ہی مل جائیں۔ تو وہ جماعت کامیاب ہو جاتی ہے۔ پس میرا مطالبہ یہ ہے۔ کہ

جو کچھ مومنوں کے پاس ہے وہ مجھے دیدیں

اور جتنے مومن ہیں وہ سب کے سب مجھے مل جائیں۔ اگر ان کے پاس صرف دو روپے ہیں۔ اور دو ہی مجھے مل جاتے ہیں تو میں جیتوں گا۔ اور اگر صرف دو ہی مومن ہیں۔ اور دونوں مجھے مل جاتے ہیں۔ تو میں کامیاب ہوں گا۔ اگر ایک لاکھ کی جماعت ہے۔ جس میں سے ۹۹۹۹۹ منافق ہیں اور صرف ایک مومن ہے۔ تو وہ جب میرے پاس آ گیا۔ کامیابی ہو جائے گی۔ اور اگر اس مومن کے پاس صرف ایک دھیلا ہے۔ اور وہ بھی کھوٹا۔ مگر وہ دے آتا ہے۔ تو فتح ہو جائے گی۔ پس یہ کہنا ان کی غلطی ہے۔ کہ وہ لاکھوں کی امید رکھتے تھے۔ مگر میں نے صرف چند مانگے ہیں۔ ہم تو یوم اور بعض یوم ہی جانتے ہیں۔ میرا سوال نہ آج کے لئے ہے نہ کل کے لئے۔ اور نہ پرسوں کے لئے۔ نہ ہزاروں روپے کا ہے۔ نہ لاکھوں کا نہ کروڑوں کا۔ نہ ہزاروں انسانوں کے لئے ہے۔ نہ کروڑوں کے لئے۔ اگر کوئی بہت بڑا امیر احمدی ہو جاتا ہے۔ اور ایک ارب روپیہ دیتا ہے۔ جبکہ جماعت بحیثیت جماعت قربانی نہیں کرتی۔ تو کیا اس سے احمدیت کامیاب ہو جائے گی۔ نہیں۔ اس کے مقابلہ میں اگر ایک ہی غریب احمدی ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دیتا ہے۔ مثلاً اس کے پاس ایک ہی دو پیسہ ہے۔ اور وہی دیدیتا ہے تو کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ پس

میرا یہ مطالبہ ہے

کہ ہر مومن اپنی جان اور اپنا تمام مال دے۔ تب کامیابی ہو گی اگر کہو کہ بعض کی سستی اور کوتاہی کا الزام ہم پر کیوں رکھا جاتا ہے۔ تو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہر ایک مومن کا فرض ہے کہ وہ دوسروں کو اپنے ساتھ آگے بڑھائے۔ اور پیچھے نہ رہنے دے۔

مومن کسی حال میں پیچھے نہیں رہتا

اگر کوئی رہتا ہے۔ تو اسی وجہ سے کہ اس کی تربیت نہیں ہوئی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت شراب کے حرام ہونے کا جب حکم نازل ہوا۔ تو کچھ صحابہ ایک جگہ بیٹھے شراب پی رہے تھے۔ اور شراب کے نشہ میں مخمور تھے۔ شراب کا نشہ کتنا بڑا ہوتا ہے۔ اس وقت ایک شخص بازار سے یہ کہتا ہوا گزرا۔ کہ اے مسلمانو! رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے شراب حرام کر دی ہے۔ اس مخمور حالت میں جب کہ کوئی اپنے ماں باپ کی بات سننے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتا۔ ایک نے شراب کے نشہ میں کہا۔ ذرا دروازہ کھولنا۔ تا معلوم کریں۔ کہ کہنے والے نے کیا کہا ہے۔ دوسرا اٹھا اور اس نے کہا پہلے میں شراب کے مٹکے اور دوسرے برتنوں کو توڑوں گا۔ اور پھر پوچھوں گا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا کہا ہے پس مومن کو جب آواز پڑے۔ تو خواہ وہ دنیا کے نشے میں کتنا ہی مخمور ہو۔ تو بھی اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ

مومنوں تک آواز پہنچے

ہمیں کافروں اور منافقوں کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ مومنوں کی ہے۔ اور سب کے سب مومنوں کی ہے۔ اسی لئے میں نے کہا تھا۔ کہ آپس میں

اگر کسی سے ناراضگی ہو تو صلح کر لو

تا کہ سب کے سب مل کر آگے بڑھیں۔ اور ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں۔ پس جب سب مومن آ گئے تو ان کا سب مال آ گیا۔ تب فتح یقینی ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں۔ کہ وہ اپنا سارا مال مجھے دے دیں۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ وہ سمجھیں۔ ان کے پاس جو کچھ ہے میرا ہی ہے۔ پس سب کے سب مومنوں کو ساتھ لے کر اٹھو۔ اور مل کر آگے قدم بڑھاؤ۔ اگر کسی کو کسی سے ناراضگی ہو۔ تو اسے دور کر دو۔ دیکھو جن بچوں کے ماں باپ مر جاتے ہیں۔ وہ آپس میں ایک دوسرے سے کس طرح پیار اور محبت کرتے ہیں۔ اگر ان کے ماں باپ کو گالیاں دی جا رہی ہوں اور وہ کچھ نہ کر سکیں۔ تو کیا کریں گے۔ یہی کہ ایک دوسرے سے چمٹ کر رونے لگ جائیں گے۔ میں نے وہ بچے دیکھے ہیں۔ جو ماں کے مر جانے کی وجہ سے دوسری ماؤں کے سپرد کئے گئے۔ اور جب ان کی ماں کو برا بھلا کہا گیا۔ وہ آپس میں لپٹ کر رونے لگ گئے قرآن کریم میں نبی کو

مومنوں کا باپ

قرار دیا گیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوئے تیرہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر

گیا۔ ہم اس وجہ سے اپنے آپ کو یتیم سمجھتے تھے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی فوت ہو چکے ہیں۔ آج لوگ ان کو برا بھلا کہتے ہیں۔ مگر ہم بے بس ہیں۔ اس لئے نہیں۔ کہ ہم میں کچھ کہنے کی طاقت نہیں ہے۔ ان سے بہت زیادہ طاقت ہے۔ جو ہمیں دکھ دے رہے ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہی ہمارے ہاتھ باندھ گیا ہے۔ جس کے خلاف بدزبانی کر کے ہمیں دکھ دیا جا رہا ہے پھر خدا تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ باندھ دئے ہیں۔ پس ہم بے بس ہیں۔ اگر اس وقت ہم ایک دوسرے سے نہیں چمٹ جاتے۔ تو اس بات کا کیا ثبوت ہے۔ کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنا باپ سمجھتے ہیں۔ اور آپ کے خلاف بدزبانی کرنے والوں سے ہمیں صدمہ پہنچ رہا ہے۔ جب میری بیوی امۃ الحی مرحومہ فوت ہوئیں۔ تو بڑی لڑکی سات آٹھ سال کی تھی۔ اور چھوٹی پانچ چھ سال کی۔

ماں کے فوت ہونے پر

بڑی لڑکی مجھے چمٹ کر رونے لگی۔ اور کہنے لگی امۃ الرشید خلیل کو جوان کا چھوٹا بھائی ہے۔ اب کون پالے گا۔ اس وقت وہ ساری لڑائیاں بھول گئی اور اپنے سب سے قریب جو چیز دہی تھی نظر آئی جس سے لڑتی رہتی تھی۔ پس میں کس طرح مان لوں۔ کہ

ہم اپنے آپ کو یتیم محسوس کرتے ہیں

اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا باپ سمجھتے ہیں۔ جب کہ ہم ایک دوسرے کو گلے سے پکڑنے کے لئے تیار ہوں۔ تمام احمدیوں کو میری یہ نصیحت ہے۔ کہ جاؤ اور اپنے دوسرے بھائیوں کے گلے سے لپٹے رہو۔ حتیٰ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچ جاؤ۔ مسجد اقصیٰ میں جب میں نے اعلان کیا۔ کہ

آپس کی ناراضیاں دور کردو

اور رنجیاں مرصوص بن کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تو قادیان کے احمدیوں نے کہا۔ ہم ایسا ہی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور باہر کے احمدیوں نے لکھا۔ کہ کاش ہم بھی اس وقت موجود ہوتے۔ آج باہر کے ہزاروں احمدی یہاں موجود ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں۔ کہ میں نے انہیں خدا کا پیغام پہنچا دیا۔ تم اس وقت ایک یتیم قوم ہو۔ تم پر مصائب پر مصائب آئیں گے۔ اور تمہیں بھائیوں کی طرح رہنا ہوگا جاؤ اپنے ان بھائیوں کے گلے مل جاؤ۔ جن سے تمہیں کسی قسم کی ناراضگی اور رنج ہے۔ جاؤ اور ان سے مل جاؤ۔ کیا میں نے تمہیں خدا کا یہ پیغام پہنچا دیا۔ (اس پر تمام مجمع نے متفق اللسان ہو کر کہا۔ ہاں حضور نے پیغام پہنچا دیا۔)

پھر میں نے

سادگی کی زندگی بسر کرنے کی تعلیم

دی ہے۔ اس لئے کہ تم اعلیٰ قربانیاں کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ محنت اور مشقت برداشت کرنے کی تم میں طاقت پیدا ہو۔ مشکلات اور تکالیف برداشت کر سکو۔ اور جب تمہارے پاس مال ہوگا۔ تو تم اعلیٰ قربانی کرنے کے قابل ہو سکو گے دل کی قربانی سے مال نہیں مہیا ہو سکتا۔ لیکن جب دل کی قربانی ہوگی۔ اور تمہارے پاس مال بھی ہوگا۔ تو اسے تم پیش کر سکو گے۔ پس سادہ کھانا کھاؤ۔ سادہ کپڑے پہنو اور کفایت شعاری سے گزارہ کرو۔ اپنی آمدنی میں سے چندے دو۔ اور ایک حصہ امانت فنڈ میں جمع کراؤ۔ پھر کچھ اپنے پاس بھی جمع کرو۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ یہ دین کے خلاف ہے۔ مگر انہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ کہ کم از کم تنخواہ کا ¼ حصہ جمع کرتے جاؤ۔ پس جب تک تمہیں یہ آواز نہیں آتی۔ کہ سب کچھ لے آؤ۔ اس وقت تک کچھ نہ کچھ جمع کرتے جانا چاہیئے

بعض کہتے ہیں۔ کہ کیا یہ

صرف تین سال کے لئے

ہے۔ مگر بات یہ ہے۔ کہ تین سال کی میعاد تو ایسی ہی ہے۔ جیسا کہ جب کوئی جانور چلتا نہ ہو۔ تو اسے چلانے کے لئے گھاس دکھائی جاتی ہے۔ پھر جب چل پڑے تو چلتا ہی جاتا ہے۔ میں عالم الغیب نہیں ہوں۔ میں نہیں جانتا۔ کہ

مشکلات کب تک دور ہوں گی

میں نے مشکلات دور کرنے کی تدابیر پیش کی ہیں۔ اور یہ خیال کیا ہے۔ کہ جب جماعت ان پر کاربند ہو جائیگی تو پھر ان پر عمل کرتی رہے گی۔ پس یہ تدابیر فتح حاصل ہونے تک کے لئے ہیں۔ ان پر عمل کرانے کے لئے جبر اس لئے نہیں کیا گیا۔ کہ عمل کرنے والوں کو ثواب زیادہ حاصل ہو۔ اگر کوئی ان تدابیر پر عمل نہیں کرتا۔ تو نہ ہم اسے جماعت سے نکالیں گے۔ اور نہ اسے برا کہیں گے۔

یہ جو کچھ پیش کیا گیا ہے۔ یہ

ابتدائی سکیم

ہے۔ بعض اور تدابیر بھی ہیں۔ جن میں سے کئی ایک ایسی ہیں۔ کہ میں سمجھتا ہوں۔ ان پر یقیناً عمل کرنا پڑے گا۔ اور اب وہی ہمارے ساتھ چل سکے گا۔ جو یہ سمجھے گا۔ کہ جب اوکھلی میں سر دیا۔ تو پھر موسلوں سے کیا ڈرنا۔ جو اس کے لئے تیار نہیں۔ وہ گھروں میں بیٹھے رہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک کشف

ہے۔ آپ نے دیکھا۔ کہ ایک نالی شرقاً غرباً بہت لمبی صدہا میل تک کھدی ہوئی ہے۔ اور اس کے اوپر بے شمار بھیڑیں لٹائی ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک بھیڑ کے سر پر ایک قصاب ہاتھ میں چھری لئے ہوئے تیار بیٹھا ہے۔ اور آسمان کی طرف ان کی نظر ہے۔ جیسے حکم کا انتظار ہے۔ میں اس وقت اس مقام پر ٹہل رہا ہوں اور ان کو دیکھ رہا ہوں۔ اتنے میں ان کے نزدیک جا کر میں نے کہا قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاؤکم۔ انہوں نے اسی وقت چھریاں پھیر دیں کہ حکم ہو گیا۔ اس رؤیا میں بتایا گیا ہے۔ کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی آواز پر کان نہیں دھرتا۔ اور اس کے بلانے پر لبیک نہیں کہتا۔ اس کی آسمانی بادشاہت میں کوئی قدر نہیں ہوتی۔ اور وہ گوہ کھانے والی بھیڑوں کی طرح سمجھا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے فرشتے خود اسے ذبح کر دیتے ہیں۔ یعنی تباہی میں ڈال دیتے ہیں۔ پس ہر وہ شخص جو کہتا تو یہ ہے۔ کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کرتا ہوں۔ مگر کرتا یہ ہے۔ کہ دنیا کو دین پر مقدم رکھتا ہے۔ وہ

میلا کھانے والی بھیڑ

سے زیادہ کیا حقیقت رکھتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے آواز آئے۔ اور کوئی لبیک نہ کہے۔ تو خدا تعالیٰ کو اس کی کیا پروا ہے۔ کوئی شخص جب ہی مومن ہو سکتا ہے۔ کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے آواز آئے۔ تو بے اختیار لبیک لبیک کہتا ہوا پہنچ جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے۔ کہ کوئی امیر تھا۔ جس کے بہت سے دوست تھے۔ لیکن وہ

ایک غریب آدمی

سے سب سے زیادہ تعلق رکھا کرتا تھا۔ اس کی بیوی اسے ملامت کرتی۔ کہ تم اس شخص سے مل کر اپنی ذلت کراتے ہو آخر تنگ آ کر ایک دن اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ آؤ میں اپنے دوستوں کا تجربہ کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنی بیوی کو لے کر پہلے ایک امیر دوست کے ہاں گیا۔ اور جا کر کہا میرا دیوالہ نکل گیا ہے۔ اس وقت مجھے پانچ سات ہزار روپیہ دیں۔ وہ دوست یہ سن کر بڑی ہمدردی کی باتیں کرنے لگا۔ اور اس نے بڑا افسوس ظاہر کیا۔ لیکن آخر کہنے لگا روپیہ میرے پاس نہیں ہے۔ پھر وہ دوسرے اور تیسرے دوست کے پاس گیا۔ مگر کسی نے امداد کرنے پر آمادگی ظاہر نہ کی۔ حتیٰ کہ شام تک یہ حالت ہو گئی۔ کہ دوستوں نے اس کی آواز پر دروازہ کھولنا ہی بند کر دیا۔ اور دروازہ کھولے بغیر ہی اسے جواب دے دیا جاتا۔ کہ گھر میں نہیں ہیں۔

سب سے آخر پر وہ اس غریب دوست کے ہاں گیا۔ جس پر اس کی بیوی کو اعتراض تھا۔ اور جس کے متعلق وہ اسے ہمیشہ یہ کہا کرتی تھی۔ کہ یہ تمہاری شان کے قابل نہیں ہے۔ اس سے تم نے کیوں دوستی رکھی ہوئی ہے۔ وہ اس کے پاس گیا۔ اس وقت رات ہو چکی تھی۔ اور جا کر اس دوست کو آواز دے کر کہنے لگا۔ جلدی باہر آیئے۔ جب وہ تھوڑی دیر تک باہر نہ آیا۔ تو بیوی نے کہا۔ دیکھا اس نے بھی تمہاری کوئی پروا نہیں کی۔ آخر کچھ دیر کے بعد جب وہ باہر آیا۔ تو امیر نے پوچھا۔

اتنی دیر لگانے کی کیا وجہ ہے

اس نے کہا آپ اس وقت کبھی میرے پاس نہ آئے تھے۔ اور آج جب آئے۔ تو میں نے خیال کیا۔ کہ شائد آپ کے گھر میں کوئی تکلیف ہوگی۔ اس لئے میں نے اپنی بیوی کو ساتھ لے لیا۔ تاکہ اسے خدمت کرنے کا موقعہ مل سکے۔ پھر خیال آیا۔ کہ گو آپ امیر آدمی ہیں۔ لیکن بعض دفعہ امراء پر بھی مصائب آجاتے ہیں۔ شائد آپ کو روپیہ کی ضرورت ہو۔ اس پر جتنا روپیہ میرے پاس تھا۔ وہ میں نے ہمیانی میں ڈالکر کمر میں باندھ لیا۔ پھر خیال آیا شائد جان دینے کی ضرورت ہو۔ اس لئے میں نے تلوار گلے میں لٹکالی۔ اس تیاری میں دیر لگ گئی۔ اب میں حاضر ہوں۔ اور جہاں کہتے ہو چلنے کے لئے تیار ہوں ؛

یہی

سچے مومن کی مثال

ہے۔ جب اسے خدا تعالیٰ کے لئے بلایا جاتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے۔ کہ میری جان اور مال سب کچھ حاضر ہے۔ لیکن جو ایسے موقع پر دیر کرتا ہے۔ وہ پیچھے رہ جاتا ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود کے متعلق حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے جو پیشگوئی کی ہوئی ہے۔ اس میں فرماتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے دولہا نے آنا ہو۔ اور

دس کنواریاں

اس کے انتظار میں اپنے دیوں میں تیل ڈال کر بیٹھ جائیں۔ ان میں سے پانچ نے تو زائد تیل لے لیا۔ اور پانچ نے نہ لیا۔ جب آدھی رات کے وقت دولہا آیا۔ تو اس وقت تک دیئے بجھ چکے تھے۔ جن کے پاس تیل تھا۔ انہوں نے جھٹ اپنے دیوں میں تیل ڈال لیا۔ لیکن جن کے پاس تیل نہ تھا۔ انہوں نے اپنی سہیلیوں سے تیل مانگا۔ مگر انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا۔ کہ شائد ہمیں پھر ضرورت ہو۔ تم بازار سے جا کر تیل خرید لو۔ وہ تو بازار چلی گئیں۔ اور دولہا تیل والیوں کو لے کر قلعہ میں چلا گیا۔ جب دوسری سہیلیاں تیل لے کر واپس ہوئیں۔ تو

قلعہ کا دروازہ بند

ہو چکا تھا۔ انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ مگر دروازہ نہ کھولا گیا اور انہیں یہ جواب ملا۔ کہ جو صحیح طور پر انتظار کر رہی تھیں۔ انہیں موقعہ دے دیا گیا۔ اور جو غافل ہو گئیں۔ ان کے لئے دروازہ نہیں کھولا جا سکتا۔ پس یاد رکھو کہ تم میں سے وہی

خدا تعالیٰ کی بادشاہت

میں داخل ہوگا۔ جو پوری طرح مستعد رہے گا ؛

یاد رکھو کہ اب ایسا وقت آگیا ہے۔ کہ آپ لوگوں کو

دو میں سے ایک چیز

قبول کرنی ہوگی۔ یا تو وہ زندگی قبول کرو جس کے بعد کوئی زندگی نہیں۔ یا پھر وہ موت قبول کرو۔ جس کے بعد کوئی موت نہیں۔ وہ جو بظاہر زندگی ہے۔ خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ کہ اس کے بعد زندگی نہیں۔ اور وہ جو موت ہے۔ اس کے متعلق خدا تعالیٰ نے بتایا ہے۔ کہ اس کے بعد حیات ابدی ہے ؛

میں نے جو

اخراجات کے لئے پہلی قسط

طلب کی ہے۔ اس کے متعلق اگرچہ سب نے ابھی تک توجہ نہیں کی۔ مگر روپیہ آیا ہے۔ اور جس قدر طلب کیا گیا تھا۔ اس سے بہت زیادہ آیا ہے۔

امانت فنڈ کا روپیہ

بھی کافی آجائے گا۔ اور اگر پیش آمدہ ضروریات سے زیادہ چندہ آگیا۔ تو میرا ارادہ ہے۔ کہ چونکہ انگریزی ترجمۂ قرآن کی اشاعت کی فوراً ضرورت ہے۔ اس میں سے کچھ روپیہ اس کام پر خرچ کیا جائے۔ اگر اس کام سے بھی بڑھ گیا۔ تو وہ اگلے سال کام آجائے گا۔

دین کی خدمت کے لئے زندگی وقف

کرنے والوں کی بھی کافی تعداد ہو چکی ہے۔ مگر کئی باتیں ابھی ایسی ہیں۔ جن کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً (۱) نوجوانوں کا غیر ممالک میں جانا (۲) اعلیٰ عہدیداروں اور تعلیم یافتہ لوگوں کا لیکچر دینے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا۔ (۳) رخصت لے کر یا فرصت کے موسم میں تبلیغ کے لئے اپنا نام لکھانا (۴) ۲۵ لاکھ روپیہ تک کے لئے ریزرو فنڈ جمع کرنا (۵) پنشن یافتہ یا فارغ البال لوگوں کا مرکز میں کام کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا۔ (۶) قادیان کے سکولوں میں بچوں کو تعلیم کے لئے بھیجنا۔ اور ان کے متعلق یہ اختیار دینا۔ کہ ان کی دینی تربیت پر زور دینے کے لئے ہم جس رنگ میں ان کو رکھنا چاہیں رکھ سکیں۔ (۷) قادیان میں مکان بنانے کی کوشش کرنا۔ یہ

سات باتیں

ایسی ہیں۔ جن کی طرف ابھی تک کم توجہ کی گئی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے متعلق احباب کو چاہیئے۔ کہ مجھے جواب دیں۔ بہت سے احباب نے توجہ کی ہے۔ مگر جس قدر جماعت ہے۔ اس کے مقابلہ میں توجہ کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔ یہ اہم تحریکیں ہیں۔ اور یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ

میں سب کچھ مانگ رہا ہوں

ہاں فی الحال یہ چند مطالبات کئے ہیں۔ پس احباب کو چاہیئے کہ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ سادہ کھانا کھائیں۔ سادہ کپڑا پہنیں۔ دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ کوئی احمدی بیکار نہ رہے۔ اگر کسی کو جھاڑو دینے کا کام ملے۔ تو وہ بھی کر لے۔ اس میں بھی فائدہ ہے۔ بہر حال

کوئی نہ کوئی کام کرنا چاہیئے

اس کے جو فوائد ہیں۔ وہ میں اس وقت نہیں بیان کر سکتا۔ کیونکہ وقت تھوڑا ہے۔ مگر یہ ضرور کہتا ہوں۔ کہ ہر شخص کو کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ وہ بیکار نہ رہے۔ ماں باپ سنگدل بن کر اپنے بیکار لڑکوں سے کہدیں۔ کہ ہم نے تمہیں پالا پوسا ہے۔ اب تم جوان ہو۔ جاؤ اور خود کما کر کھاؤ۔ بے شک یہ سنگدلی ہے۔ مگر اس

پیار اور محبت سے ہزار درجہ بہتر ہے

جو بیکاری میں مبتلا رکھتی ہے ؛

میں نے یہ بھی سوچا ہے۔ کہ

لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے دینی کورس

تیار کیا جائے۔ اور پھر اس میں ان کا امتحان لیا جائے۔ کوئی احمدی لڑکا یا لڑکی ایسی نہ ہو۔ جسے اس کورس کی تعلیم نہ ہو۔ ہر ایک کے لئے اس کا پڑھنا لازمی ہو۔

زمیندار احباب سے

میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ یہ نہ سمجھیں۔ کہ وہ سستے چھوٹ گئے ان کی بھی باری آرہی ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں۔ کہ زمیندار طبقہ جو نہایت شاندار قربانیاں کرتا رہا ہے اب بھی کریگا۔

پراپیگنڈا کے لئے

جو کمیٹی بنائی گئی ہے۔ اس نے اپنا کام شروع کر دیا ہے مگر جو کچھ وہ تیار کرے۔ اسے لوگوں کے گھروں تک پہنچانا

جماعت کا کام

ہے۔ مگر جماعت کی توجہ اس طرف کم ہے۔ اگر توجہ کی جائے تو کئی سو الفضل اور کئی سو ریویو آف ریلیجنز کے پرچے جاری کرائے جا سکتے ہیں۔ اور اس طرح بہت اہم کام ہو سکتا ہے ؛

فی الحال میں جماعت میں تحریک کرتا ہوں۔ کہ

الفضل کے کم از کم دو سو پرچے مفت

تقسیم کئے جائیں۔ اور پانچ پانچ سو ریویو آف ریلیجنز کے۔

اتنی تعداد جماعتوں کے نام مجھے رسید کی لگا دی جائے گی۔ اور
احباب اپنی اپنی جگہ کوشش کریں۔ کہ اتنے پرچوں کی قیمت مفت
اشاعت کے لئے جمع ہو جائے۔ میں نے کئی بار

اخبارات کی ایجنسیاں

قائم کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ اگر احباب کوشش
کریں۔ تو اس طرح ہزاروں کی تعداد میں پرچے نکل سکتے ہیں۔
بعض لوگ کہتے ہیں۔ اس طرح مہینہ میں روپیہ۔ ڈیڑھ روپیہ
سے زائد آمد نہیں ہو سکتی۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ روپیہ ڈیڑھ
روپیہ صفر سے بہرحال زیادہ ہوتا ہے۔ اور آج کل تو اس سے
ایک شخص ایک مہینہ تک کھانا کھا سکتا ہے۔ پس میں تمام
جماعتوں کو ہدایت دیتا ہوں۔ کہ اپنی اپنی جگہ کے بے کاروں
یا ان کو جنہیں اپنے دوسرے کاموں سے فرصت مل سکتی ہے
اخبارات فروخت کرنیکے کام پر لگا دیں۔ غرض

ہر رنگ میں کام کو وسعت کی ضرورت

ہے۔ میں تمہیں ایک طرف تو یہ کہتا ہوں۔ کہ جاؤ نکل کر تمام دنیا
میں پھیل جاؤ۔ اور دوسری طرف یہ کہتا ہوں۔ کہ جب تمہیں مرکز
سلسلہ سے آواز آئے۔ کہ آجاؤ تو لبیک کہتے ہوئے جمع ہو جاؤ
یہ آنا جسمانی طور پر بھی ہو سکتا ہے۔ اور روحانی، اخلاقی اور مالی
طور پر بھی۔ اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ میں فرماتا ہے۔ اذ قال
ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتیٰ۔ قال اولم تومن
قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی۔ قال فخذ اربعۃ من
الطیر فصرھن الیک ثم اجعل علی کل جبل منھن جزءا
ثم ادعھن یاتینک سعیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
خدا تعالیٰ سے کہا۔ کہ آپ کے حکم سے میں نے نبوت کا دعویٰ کیا
ہے۔ اب بتائیے۔

میری جماعت کس طرح غالب آئیگی

چنانچہ انہوں نے کہا۔ رب ارنی کیف تحی الموتیٰ۔ اے میرے
رب ہم تو دنیا کے مقابلہ میں مردہ ہیں۔ بتلائیے آپ کس طرح ان
مردوں کو زندہ کرینگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اولم تومن کیا
تمہیں زندہ کرنے پر ایمان نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
کہا ایمان ہے۔ اور آپ کا وعدہ ہے۔ مگر لیطمئن قلبی میں
یہ چاہتا ہوں۔ کہ اس وعدہ کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھوں
کیونکہ اطمینان اسی وقت حاصل ہوتا ہے۔ جب چیز مل جائے۔
ایمان کے معنی چیز کے ملنے پر یقین ہوتا ہے۔ اور اطمینان چیز
ملنے پر حاصل ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ فخذ اربعۃ من الطیر
چار پرندے لو۔ فصرھن الیک اور انہیں اپنے ساتھ سدھا لو
ثم اجعل علی کل جبل منھن جزءا پھر انہیں جدا جدا پہاڑوں پر رکھ دو
ثم ادعھن یاتینک سعیا۔ پھر انہیں بلاؤ۔ وہ تمہارے
پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے۔

اس طرح یہ بتایا۔ کہ اپنی جماعت میں اخلاص اور تقویٰ
پیدا کرو۔ اور انہیں کہو۔ کہ دنیا میں چاروں طرف نکل جائیں
مگر یہ سمجھا دو۔ کہ جب تمہیں آواز آئے۔ تو جمع ہو جاؤ۔ حضرت مسیح
موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی یہ الہام ہوا ہے۔ پس اس کے مضمون
سے آپ کی جماعت کے بارہ میں بھی پورا ہوتا ہے۔ مومن کو
کلام الٰہی میں پرندہ کہا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا نام چونکہ ابراہیم رکھا گیا ہے۔ اس لئے آپ سب
لوگ ان کے پرندے ہوئے۔ پس

اے ابراہیم ثانی کے پرندو

اگر تم جانا چاہتے ہو۔ تو دنیا میں پھیل جاؤ۔ مگر اس طرح نہیں۔ کہ
اپنے اصل گھر کو بھول جاؤ۔ تمہارا اصل گھر قادیان ہی ہے۔ خواہ
تم کہیں رہتے ہو۔ اسے یاد رکھو۔ جب تمہیں ابراہیمی آواز آئے۔
قادیان سے خدا کا نمائندہ میں یا کوئی اور جب کہے۔ کہ اے لوگو
خدا کے دین کو تمہاری اس وقت ضرورت ہے۔ تم جہاں جہاں ہو

مرکز میں حاضر ہو جاؤ

اگر مال کی ضرورت ہو۔ تو مال حاضر کرو۔ اگر جان کی ضرورت ہو۔ تو جان
پیش کر دو۔ اور چاروں طرف سے وہی نظارہ نظر آئے۔ جو حج کے
موقعہ پر ہر طرف سے لبیک اللھم لبیک کہنے والوں کا نظر آتا ہے
خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا۔ کہ تمہاری
نسل چاروں طرف پھیل جائیگی۔ اور جب تم ان کو بلاؤ گے
تو دوڑے آئیں گے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے متعلق ہونا چاہئیے۔ کہ چاروں طرف سے
لبیک کہنے والے دوڑے آئیں۔ اس نظارہ ہی کی طرف
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شعر میں اشارہ
فرماتے ہیں کہ

زمین قادیاں اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

پس جاؤ۔ اور دنیا میں پھیل جاؤ کہ کامیابی کا ذریعہ
یہی ہے۔ اور جب آواز پہنچے۔ تو یوں جمع ہو جاؤ۔ جس طرح
پرندے اڑ کر جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر خواہ کتنی بڑی

کوئی فرعونی طاقت

تمہارے مٹانے کے لئے کھڑی ہو جائے۔ اسے معلوم
ہو جائے گا۔ کہ احمدیت کو مٹانا آسان نہیں ہے۔ یہ وہ چیز
ہے جس کی میں آپ لوگوں سے امید کرتا ہوں۔ کیونکہ آپ
وہ لوگ ہیں۔ جن میں خدا تعالیٰ نے حقیقی ایمان پیدا
کیا۔ اور جو مقدس گھر کے گرد گھومنے والے پرندے ہیں
میں نے خدا تعالیٰ کی باتیں آپ کو پہنچا دیں۔ جو کچھ کہنا تھا
کہہ دیا۔ اور جو کچھ بتانا تھا۔ بتا دیا۔ اب یہ تمہارا کام ہے

کہ لبیک اللھم لبیک کہتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ۔

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول نمبر ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت راجہ گلاب خان صاحب بہادر

افسر مال ضلع ہوشیارپور

دھولو ولد شیر جنگ ذات راجپوت ساکن بیونہر تھانہ انب پرگنہ اونہ — مدعی
جوڈیشل مال ۳۵

بنام

ساون - پرتاپ پسران ڈنگا۔ لچھمن۔ نرین سنگھ - برما لا
پسران گنسارا - پریم چند ولد لال سنگھ - فینا ولد فتا۔ ہیرو ولد
گوہڑو۔ لٹونیاں ولد نتھو۔ مسماۃ تارا کو بیوہ سائیون۔ گنگا رام
ولد جواہر - رام سنگھ ولد کپورا۔ منشی - اندر سنگھ پسران
اچھر سنگھ۔ صوبا۔ نہالا۔ رام دتا پسران ایشر ذات راجپوت
ساکنان کہر بتولی تھانہ بڈلس پرگنہ ہمیرپور ضلع کانگڑہ

دعویٰ تردید اطلاع نامہ بے دخلی نسبت موازی ۵ کنال اراضی کیوٹ ۱۰ کھتونی ۹ خسرہ نمبران ۱۲/۳۷ و ۲/۷۵ و ۲/۶۹ و ۶/۷ و ۹/۷۲ و ۱۲/۸۵ و ۱۶۸ مندرجہ جمعبندی ۱۹۳۰/۱۹۳۱ء واقعہ رقبہ کھلو نہر تھانہ انب پرگنہ اونہ

بمقدمہ مندرجہ عنوان میں مدعی کی درخواست

معہ بیان حلفی ہے۔ کہ مندرجہ بالا مدعا علیہم اٹا
۱۷ دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتے ہیں اور
روپوش ہیں۔ اور ان پر معمولی طریقہ سے تعمیل ہونی
دشوار ہے۔ اس لئے بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر
کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہم مذکور بعدالت ہذا
۲۲ جنوری ۱۹۳۵ء برائے پیروی مقدمہ اصالتاً
یا وکالتاً نہ آئیں گے۔ تو ان کے خلاف کارروائی
ضابطہ کی عمل میں لائی جاوے گی ۱۵/۱/۳۵

دستخط عدالت — مہر عدالت

عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی